اقدار کی تعلیم - حیاتی مہارتیں

جماعت چہارم

کتابچہ برائے اساتذہ

ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق و تربیت
تلنگانہ اسٹیٹ، حیدرآباد

پیش لفظ

انسان سماجی جانور ہے۔اپنی بقاء کے لیے ضروری سماج کی تشکیل دیا ہے اس نظام کی دیکھ بھال ، میل جول، بقاء اور ترقی کے لیے ضروری فہم اور بھروسہ ضروری ہے۔اس کے لیے متحدہ جدو جہد اور باہمی تعاون بھی ضروری ہے۔اس لیے انسانی سماج میں جانے پہچانے اور پسندیدہ اصولوں کی ضرورت ہے۔جیسا ہم چاہتے ہیں ویسا برتاؤ کرنہیں سکتے ۔ ہر سماج کے اپنے کچھ اخلاقی بنیادی اصول ہوتے ہیں ۔ یہ اخلاقی اصول اکثریت کے لیے قابل قبول ہوتے ہیں ۔

ایمانداری کے اصول ہمارے چال وچلن کے لیے مشعل راہ ہیں ۔اس لیے بچوں کو بھی چاہیے کہ اس پر عمل پیرا ہوں ۔اخلاقی ترقی سے مراد کچھ اصولوں پر عمل پیرا ہوتا ہے یا کسی کے ذریعہ ترتیب دیئے گئے مثالی نمونوں کے مطابق عمل پیرا ہونا ہی نہیں ہے بلکہ اخلاقی ترقی سیمراد ہر موع پر صحیح وجوہات کی جانکاری حاصل کرنا، مدبرانہ فیصلہ کرتے ہوئے اس کے مطابق عمل پیرا ہونے کی صلاحیت کے حامل ہونا اخلاقی شعور کے ذریعہ لیے گئے فیصلہ سے ہم میں استقامت ،امن وسکون سے رہنے کی صلاحیت فروغ پاتی ہے ۔ یہ کام مجھے زبردستی تفویض کیا گیا ہے ۔''اس لیے میں اس کو تکمیل کررہا ہوں'' اس طرح کی منفی سوچ ہمیں نہیں رکھنا چاہیے۔اس طرح ایک شخص کا خود امن وسکون ،سکھ چین ،آرام اور استقامت سے رہنا ہی اخلاقی ترقی کا خلاصہ ہے۔اس کے لیے ضروری مہارتوں کا ہونا ہی زندگی کا ہنر ہے۔اس میں مسائل کو حل کرلینا مل جل کر کام انجام دینا، جذبات کا اظہار کرنا، قیادت کرنا ،دوسروں سے خوشگوار تعلقات استوار کرنا ضروری ہے۔

یہ ایک اہم رجحان ہے کہ آج معاشرہ میں اخلاقی اقدار بدقسمتی سے زوال پذیر ہے۔ہمارے اندر موجود مفاد پرستی ،لالچ ،بے ایمانی ،اخلاقی اصولوں کا استحصال خودغرضی ،انا پرستی جیسی بری عادتوں کی وجہ سے ہم اپنی زندگی کو پیچیدہ بنانے کے ساتھ ساتھ اپنے ماحول کو بھی آلودہ کررہے ہیں ۔اس سے بے چینی میں اضافہ ہورہا ہے۔اخلاقی اقدار میں زوال کے ساتھ ساتھ بڑھتے ہوئے ذہنی تناؤ تہس نہیں ہوتے ہوئے انسانی اخلاق اور انسانی رشتوں کو ہم محسوس کرسکتے ہیں ۔ یہ تمام ایک دن یا ایک سال میں رونما نہیں ہوتے ہیں ۔ہماری زندگیوں میں صبر ،مساوات ،اچھے برے کی تمیز کا فقدان اس کی اصل وجہ ہے۔اس کی جگہ پر لالچ ،چوری جیسی بری عادتیں جنم لے رہی ہیں ۔نتیجتاً سماج میں عدم تحفظ ،عدم اعتمادی ،چھوٹا خاندان ،اقدار کی زوال پذیری ،سماج میں بے چینی جیسے امور دیکھے جارہے ہیں ۔

ان کے تدارت کے لیے تعلیم کو ایک آلہ سمجھتے ہوئے اقداری تعلیم ،حیاتی مہارتوں کے موضوع کو اسکولی تعلیم میں جماعت اول تا دہم ایک اہم مضمون کے طور پر متعارف کیا گیا ہے ۔اس کے ذریعہ بچے اسکولس تعلیم کے مکمل کرنے تک استدلالی غور وفکر کے حامل شہری کی طرح نشو ونما پانے کے لیے درکار تربیت حاصل کریں گے ۔

اعلیٰ اقدار ،روّیے ،جذبہ ایثار ،سماج ماحول اور اپنے ساتھیوں کے متعلق مخلصانہ وہمدردانہ رویہ کا اظہار ، ذمہ دار شہری کے طور پر نشو ونما کے لیے درکار نصاب (Syllabus) ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق وتربیت حیدرآباد کی جانب سے تیار کیا گیا ہے۔

بچے آزادی سے گفتگو کرنا، سوالات کرنا، ردعمل ظاہر کرنا، اچھے برے کی تمیز کرنے کے قابل ہوں یہ بات ریاستی درسیاتی خاکہ 2011 کے ریاستی ویژن میں بیان کئے گئے ہیں۔اس کو مدنظر رکھتے ہوئے ریاست میں جماعت اول تا دہم تک اقداری تعلیم، حیاتیاتی مہارتیں نصاب تدوین کیا گیا۔ پھر جماعت واری تدریسی واکتسابی کارگذاری کے لیے اساتذہ کے لیے کتابچہ تیار کیا گیا۔ جماعت اول تا دہم تک فروغ دیے جانے والے 18 اہم اقدار کی شناخت کر کے ہر جماعت میں ان کے متعلقہ اسباق سے جوڑ دیا گیا ہے۔ جو

1) آزادی (2) مطمئن زندگی (3) کردار سازی (4) زندگی کی مہارتیں (5) احساس ذمہ داری (6) بچت (7) صحت کی قدر (8) تہذیب وتمدن سے محبت (9) سائنسی رجحان (10) انصاف (11) امن وچین سے مل جل کر زندگی گذارنا (12) محنت کی قدر (13) خدمت کا جذبہ (14) مساوات، بھائی چارگی، خواتین کے تئیں عزت (15) قومی جذبات۔حب الوطنی (16) سیکولرزم۔مذہبی رواداری (17) جمہوریت میں اقدار سے محبت (18) ایمانداری

ان میں سے 12 تعین سطحی اقدار اور فوقانوی سطح کے لیے جملہ 8 اقدار پر متعین ہے۔ایک ایک قدر، ذیلی قدر کو تعین کرتے ہوئے اسباق تیار کئے گئے ہیں۔

اقدار (اخلاق) تدریس کے ذریعہ حاصل نہیں ہوسکتے۔اس کا حصول عمل کے ذریعہ ممکن ہے۔لہذا جماعت واری تیار کئے گئے اساتذہ کے کتابچہ میں، مناظر، واقعات، ہر مختصر بحث ومباحثہ عمل کرنا، ردعمل ظاہر کرنا، جیسے سرگرمیوں سے مربوط ابواب شامل ہیں۔مباحثہ کے ذریعہ روئے کی تربیت ہونا چاہئے۔عمل کے ذریعہ برتاؤ میں تبدیلی کی امید کرتے ہوئے اسباق تیار کئے گئے ہیں۔اس کو روبہ عمل لانا چاہئے۔ ہماری ذمہ داری ہے اساتذہ کی رہنمائی کے لیے ہدایات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔اسی طرح طلباء کے لیے ہدایات بھی موجود ہیں۔

چاہے کتنا ہے اچھا کتابچہ کیوں نہ ہو وہ معلم کی برابری نہیں کرسکتا۔معلم خود کو ایک مثالی نمونہ کے طور پر پیش کرتے ہوئے اقدار کے فروغ کی کوشش کرے۔نصابی منصوبہ اور جماعت واری منصوبہ کے تحت تیار کئے گئے کتابچہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے درس وتدریس کا کام انجام دیں۔دستور ہند کے دیباچہ میں بتائے گئے عملی اقدار، روئے، استعدلالی غوروفکر کے حامل شہری کی طرح فروغ پانے کے لیے ایک معلم کی حیثیت سے ہماری جانب سے پوری پوری کوششیں ہونی چاہئے۔اس کتابچہ میں موجود نکات سے آپ کو کچھ حد تک رہنمائی مل سکتی ہے۔ اسی تک محدود نہ ہوتے ہوئے اس کے علاوہ دوسرا زائد مواد جمع کر کے استعمال کیا جاسکتا ہے۔اقدار پر مبنی سماج کی تشکیل کے لیے ہماری یہ ادنیٰ کوشش چاہے ذرہ برابر ہی کیوں نہ ہو طلباء کے ذہنوں کو منور کرے گی۔اس اعتماد کے ساتھ کوششیں کریں گے اور کامیابی حاصل کریں گے۔

ڈائرکٹر

ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق وتربیت، تلنگانہ حیدرآباد۔

مرتبین

شری سورناونائک، کوآرڈینیٹر، ایس سی ای آر ٹی، حیدرآباد

شری ٹی.وی.ایس. رمیش، کوآرڈینیٹر، ایس سی ای آر ٹی، حیدرآباد

شری سری نیواسولا رگھورام، معلم، پرائمری اسکول گرندھی سری، ضلع نیلور

شری ایل.ایم. پرساد، معلم، GHS,CPL، امیر پیٹ، حیدرآباد

شری بسیو لا پرتاپ، معلم، GPS، گما، چیتا، عادل آباد

شری بلگم رام موہن، معلم، GPS، روینداراپور، مدھول، ضلع عادل آباد

شریمتی کے.آر.ٹی.ایل. جیوترمئی، لکچرر ایس سی ای آر ٹی، حیدرآباد.

شریمتی یو. بگما، تلگو پنڈت، ایس سی ای آر ٹی، حیدرآباد.

شریمتی ونگاپوری سورنالتا، معلّمہ GHS، پاتا پٹنم، پولاورم، ضلع مغربی گوداوری

شریمتی آ گوڈوری سرلماس، معلّمہ، GPS، چیرلا پلی، چتور ضلع

شریمتی پی. مادھوی، تلگو پنڈت، پی.وی.بی.اے.آر. اسکول جوبلی ہلس، حیدرآباد

شریمتی جی. سرالا دیوی، معلّمہ، GPS، گنگاپور، محبوب نگر

شری نندی گاما کشورکمار، تلگو پنڈت GHS، اپاٹور، ضلع محبوب نگر

معاونین

شریمتی ڈاکٹر رما دیوی، لکچرر، ایس سی ای آر ٹی، حیدرآباد۔

شری ڈاکٹر ڈی. نریش بابو، تلگو پنڈت، GHS گوسپاڈو، ضلع کرنول۔

شری آر. وٹھل شرما، معلم، ضلع کریم نگر۔

شری کے. شومیشورراؤ، معلم ضلع سریکاکلم۔

شری وی. سرتھ بابو، تلگو پنڈت، سیتا پھل منڈی، حیدرآباد۔

شری ڈی. چنیا، اسکول اسسٹنٹ، جگت گیری نگر، رنگاریڈی۔

شری ڈاکٹر جی. وشنو پرساد، اسکول اسسٹنٹ، ضلع کرشنا۔

شری ڈی. چناراؤ، تلگو پنڈت، ضلع وجیانگرم۔

شری اے. سری نیواس راؤ، اسکول اسسٹنٹ، ضلع وجیانگرم۔

ایڈیٹر اینڈ کو آرڈینیٹر

جناب محمد افتخار الدین شاد، ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق وتربیت، تلنگانہ، حیدرآباد۔

مشیر

جناب ڈاکٹر این اوپیندر ریڈی، پروفیسر وصدر شعبہ نصاب ودرسی کتب، ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق وتربیت، تلنگانہ حیدرآباد

مشیر اعلیٰ

جناب جی۔ گوپال ریڈی

سابق ڈائرکٹر،

ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق وتربیت، تلنگانہ، حیدرآباد۔

جناب ایس جگناتھ ریڈی

ڈائرکٹر،

ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق وتربیت، تلنگانہ، حیدرآباد۔

اسمائے مترجمین ومرتبین

جناب محمد عبدالمتین، گزیٹیڈ ہیڈ ماسٹر،
ضلع پریشد چوٹا پلی،ضلع نظام آباد۔

جناب محمد ظہیرالدین، اسکول اسسٹنٹ،
ضلع پریشد ہائی اسکول، آرمور، ضلع نظام آباد۔

جناب محمد عبدالمعز، اسکول اسسٹنٹ
گورنمنٹ ہائی اسکول، سواران، ضلع کریم نگر۔

جناب محمد یٰسین شریف، گزیٹیڈ ہیڈ ماسٹر،
نلی کودور، ضلع ورنگل۔

جناب محمد مظفر اللہ خان، اسکول اسسٹنٹ (اردو)
گورنمنٹ ہائی اسکول درگماں گڈہ، ضلع کریم نگر۔

جناب محمد سرور، اسکول اسسٹنٹ،
گورنمنٹ ہائی اسکول مکرم پورہ، ضلع کریم نگر۔

جناب عطاالرحمٰن، اسکول اسسٹنٹ
ایم پی یو پی ایس، جنتارم، ضلع عادل آباد۔

جناب خورشید علی ہاشمی، اسکول اسسٹنٹ
گورنمنٹ گزیٹیڈ ہائی اسکول نمبر 1، ضلع عادل آباد۔

جناب محمد علیم الدین، اسکول اسسٹنٹ
ضلع پریشد ہائی اسکول، پٹلور، ضلع رنگاریڈی۔

جناب عبدالروف، اسکول اسسٹنٹ
ضلع پریشد ہائی اسکول (ذکور) اوٹکور، ضلع محبوب نگر۔

جناب محمد نذیر احمد، موظف لکچرر
ایس.سی.ای.آر.ٹی.حیدرآباد۔

ڈاکٹر محمد عبدالقدیر، اسکول اسسٹنٹ،
ضلع پریشد ہائی اسکول، بوتھ، ضلع عادل آباد۔

جناب فضل احمد اشرفی، معلم اردو
گورنمنٹ بوائس ہائی اسکول، کوٹلہ عالیجاہ، حیدرآباد۔

جناب محمد عبدالرحمٰن شریف، معلم اردو
گورنمنٹ ہائی اسکول، پولیس لائن ضلع محبوب نگر۔

جناب محمد حمید خان، معلم اردو
جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد۔

جناب خواجہ مخدوم محی الدین، اسکول اسسٹنٹ،
ضلع پریشد ہائی اسکول، راماگندم، ضلع کریم نگر۔

جناب انصار اللہ، اسکول اسسٹنٹ
گورنمنٹ ہائی اسکول، اسریٰ کالونی، نرمل، ضلع عادل آباد۔

جناب محمد ایوب احمد، اسکول اسسٹنٹ
ضلع پریشد ہائی اسکول (اردو)، آتماکور، ضلع محبوب نگر۔

جناب ارشد محمد، ایس.آر.جی.
ایم پی پی ایس، بیلما گڈہ، ضلع عادل آباد۔

جناب محمد اعجاز الدین، ایس.جی.ٹی.
گورنمنٹ پرائمری اسکول، نیا بازار، ضلع کھمم۔

اساتذہ کے لیے ہدایتیں

- ''اقدار کی تعلیم - حیاتی مہارتیں'' کتابچے جماعت اول تا دہم ترتیب دی گئی ہیں یہ کتابیں بچوں کو ملحوظ رکھ کر تیار کی گئی ہیں۔ یعنی اساتذہ ان کا استعمال تدریسی واکتسابی سرگرمیوں کے نظم اور بچوں کے خود اکتساب کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔
- ایک تعلیمی سال میں محکمہ تعلیمات کی جانب سے مضمون واری مختص کیے گئے پیریڈ کی تعداد کے مطابق جماعت واری اسباق کو شامل کیا گیا ہے۔
- جماعت ششم تا جماعت دہم ہفتہ میں 48 پیریڈ ہوتے ہیں۔ ان میں ہر مضمون کے تحت پیریڈ کی تقسیم حسب ذیل ہوگی۔

زبان اول	-	6 پیریڈ	سماجی علم	-	6 پیریڈ
زبان دوم	-	3 پیریڈ	اقدار کی تعلیم	-	2 پیریڈ
زبان سوم	-	6 پیریڈ	صحت وجسمانی تعلیم	-	3 پیریڈ
ریاضی	-	8 پیریڈ	فنون وثقافتی تعلیم	-	3 پیریڈ
فزیکل سائنس	-	4 پیریڈ	کام، کمپیوٹر کی تعلیم	-	3 پیریڈ
حیاتیات	-	4 پیریڈ	جملہ	-	48 پیریڈ

- اقدار کی تعلیم حیاتی مہارتوں کے تحت تدریسی واکتسابی سرگرمیوں کے نظام کے لیے تحتانوی سطح پر ہفتہ میں ایک پیریڈ، فوقانوی سطح کے لیے ہفتہ میں دو پیریڈ ہیں اور اسی مناسبت سے اسباق ترتیب دیے گئے ہیں۔
- تحتانوی سطح پر 12 اہم اقدار کی بنیاد پر 12 اسباق شامل کئے گئے ہیں۔ اسی طرح فوقانوی سطح پر 18 اہم اقدار کی بنیاد پر 18 اسباق شامل کیے گئے ہیں۔
- ان کے علاوہ اقدار کے فروغ میں معاون نظموں، کہانیوں، گیتوں، نغموں کو زائد طور پر شامل کیا گیا ہے۔ جماعت سے سوم سے ممتاز شخصیتوں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔
- ایک سبق میں مضمون کی ترتیب حسب ذیل ہوگی۔

☆ سبق کا نام ☆ اہم قدر ☆ ذیلی قدر ☆ متوقع نتائج/ مقاصد ☆ تمہید/ مضمون/ واقعات/ بیانیے ☆ مشقیں - سوچنا - ردعمل ظاہر کرنا : جماعت کا مشغلہ گروہی کام: عمل کرنا - تجربہ بیان کرنا ☆ قول

- اقدار کی تعلیم اور حیاتی مہارتوں سے تعلق رکھنے والے نکات خاص طور پر مباحثہ کے لیے ہیں۔ ان پر عمل کرتے ہوئے تجربات کے تبادلہ خیال کو اہمیت دی گئی ہے۔ لہٰذا جہاں تک ہو سکے انہیں لکھانے کی کوشش نہ کی جاے۔
- سوچنا - ردعمل ظاہر کرنا: کے تحت دیے گئے سوالوں کے ذریعہ کمرہ جماعت میں مباحثہ کا اہتمام کریں۔ مابعد کمرہ جماعت کا مشغلہ - گروہی کام کروائیں اسی طرح عمل کیجیے - تجربات بیان کیجیے کے تحت دیے گئے امور پر عمل آوری کرواتے ہوے بچوں سے ان کے تجربات اور احساسات بیان کروائیں۔
- دیگر مضامین کی طرح اقدار کی تعلیم - حیاتی مہارتیں کی بھی جانچ کی جاے۔ ان کی جانچ مجموعی جانچ کی طرح کی جاے۔ یعنی ایک تعلیمی سال میں تین مرتبہ جانچ کرنی ہوگی۔ اس کے لیے امتحانات منعقد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بچوں کا مشاہدہ کرتے ہوے ان کے تجربات، اطلاق، چال چلن، اقدار وغیرہ کی بنیاد پر جانچ کی جاے۔
- ان کی جانچ 50 نشانات پر مشتمل ہوگی۔ اقدار کی تعلیم - مہارتیں کی بنیاد پر بچوں میں تعلیمی معیار کو فروغ دیں وہ اس طرح ہیں۔

(1) اچھے اور برے کی تمیز کرنا، اچھے کردار کے حامل ہونا (2) دستوری اصولوں پر عمل کرنا (3) شخصی اقدار یعنی قوت برداشت، رحم دلی، یگانگت وغیرہ کے حامل ہونا (4) حیاتی مہارتوں کے حامل ہونا (5) اساتذہ، بزرگوں، سماج اور حکومت کے تئیں مناسب رویہ کے حامل ہونا (6) مذکورہ بالا تعلیمی معیار کا جائزہ متعلقہ اسباق سے لیا جایا ان کے حصول کو مدنظر رکھتے ہوئے اہم اقدار سے متعلق اسباق جماعت واری دئے گئے ہیں۔ایک استعداد کے لیے 10 نشانات کے حساب سے 50 نشانات کے لیے جانچ منعقد کریں۔

- بچوں کی ترقی کا جائزہ لے کر گریڈنگ درج کریں۔

A1	-	91%
A2	-	71% - 90%
B1	-	51% - 70%
B2	-	41% - 50%
C	-	0% - 40%

- بچوں کی ترقی کی گریڈنگ درج کرتے وقت ان سے متعلق کیفیت بھی درج کریں۔
- تدریسی و اکتسابی سرگرمیوں کے اہتمام کا طریقہ-تحتانوی سطح

پہلا پیریڈ
- تمہید سے واقف کروائیں۔
- سبق سے متعلق مناظر یا حالات / واقعات / بیانئے کسی ایک سے پڑھوائیں یا کہلوائیں۔
- سوچیے - ردعمل ظاہر کیجیے کے تحت دیے گئے سوالوں کی بنیاد پر کمرہ جماعت میں مباحثہ منعقد کریں۔

دوسرا پیریڈ
- جاننے سے متعلق مواد کے بارے میں بچوں کو بتلائیں یا کسی ایک سے پڑھوائیں۔مباحثہ کے ذریعہ فہم پہنچائیں۔
- کمرہ جماعت کا مشغلہ-گروہی کام کے لیے بچوں کو گروہی طور پر تقسیم کریں۔ہر گروپ کے کام کا مظاہرہ کروائیں۔
- عمل کیجیے- تجربات بیان کیجیے سے متعلق امور پر عمل آوری گھر میں کرنے کے لیے کہیں۔

تیسرا پیریڈ
- کتاب کے آخر میں ضمیمہ کے تحت شامل کی گئیں کہانیوں/نغموں/نظموں/احادیث/ممتاز شخصیتوں کے بارے میں بچوں سے کمرہ جماعت میں پڑھوائیں اور مباحثہ کے ذریعہ فہم پہنچائیں۔
- اس کے بعد عمل کیجیے- تجربات بیان کیجیے سے متعلق ایک ایک طالب علم سے گفتگو کروائیں۔
- سبق کے آخر میں دیے گئے قول سے واقف کروائیں۔

- اسکولوں میں اقدار کی تعلیم، حیاتی مہارتیں کی کتابیں بچوں کو بھی دی جاسکتی ہیں۔لائبریری پیریڈ یا ظہرانے کے درمیان بچوں کو مطالعہ کے لیے یہ کتابیں دی جاسکتی ہیں۔
- اقدار کی تعلیم - حیاتی مہارتیں کے تحت دیے گئے مناظر یا حالات، واقعات، اقوال، نظمیں، احادیث، کہانیاں، ممتاز شخصیتوں سے متعلق مزید نکات حاصل کر کے بچوں کو واقف کرواسکتے ہیں اور ان کی بنیاد پر مباحثے، گروہی کام، عمل کیجیے- تجربات بیان کیجیے وغیرہ کا اہتمام کیا جاسکتا ہے۔
- اسکول کی لائبریری میں موجود کتابوں، میگزینوں اخباروں وغیرہ کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔
- طلبا کے لیے ہدایتیں بھی دی گئیں ہیں۔ان ہدایتوں کو پہلے پیریڈ میں پڑھ کر سنائیں اور ان کے بارے میں سمجھائیں ان کے مطابق بچوں کو عمل کرنے والا بنائیں۔

طلبا کے لیے ہدایات

☆ پیارے بچو! ''اقداری تعلیم، حیاتی مہارتیں'' نامی یہ کتاب آپ ہی کے لیے مرتب کی گئی ہے۔

☆ ان میں موجود اسباق، نظمیں، کہانیاں، اقوال زرین، رہنماؤں سے متعلق آپ کے اساتذہ آپ کو بتلائیں گے یا پھر آپ خود پڑھیں، دوسروں کو بتائیں اور ان سے گفتگو کریں۔

☆ ہفتہ میں ایک دن اس کی تدریس کی جائے گی۔

☆ معلم کسی ایک عنوان کے پس منظر واقعہ کے عنوان کے مطابق طلباء میں کوئی ایک طالب علم پڑھنے کے بعد چند سوالات پوچھے گا، آپ ان سوالات کے جواب سوچ کر دیجئے اور بحث میں حصہ لیجئے۔

☆ کمرہ جماعت میں گروہی مشاغل کا انعقاد ہوگا۔ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشاغل میں حصہ لیجئے۔ اپنے گفتگو کردہ نکات کمرہ جماعت میں بیان کیجئے۔

☆ عنوان کے تحت آپ کو کام تفویض کئے جائیں گے، تفویض کردہ کام کیجئے۔

☆ اس کے بعد والے پیپر کو کیا کیا گیا؟ آپ کو کیسا محسوس ہوا؟ اس سے آپ نے کیا سیکھا؟ وغیرہ اور اپنے تجربات بیان کیجئے۔

☆ اس کے تحت زیادہ تر نکات انجام دینے اور بیان کرنے کیلئے رکھے گئے۔ ان کو لکھنے کی کوشش نہ کریں۔

☆ آپ کو معلوم کردہ/مباحث کردہ نکات کی بنیاد پر اخبارات/رسالوں کا مطالعہ کیجئے۔ ان کے ذریعہ جمع کردہ عنوانات، خبریں، اقوال زرین وغیرہ کو کمرہ جماعت میں پڑھ کر سنائیں۔ اس کے بعد ان کو دیواری رسالہ پر چسپاں کریں۔

☆ ان نکات کی بھی جانچ ہوگی۔ لیکن ان کے امتحان ہوں گے۔ آپ کی ان سرگرمیوں میں شمولیت کیسی ہے؟

☆ آپ کا برتاؤ کیسا ہے؟ آپ میں کیا تبدیلی واقع ہوئی ہے؟ وغیرہ نکات کا آپ کے اساتذہ جائزہ لے کر نشانات دیں گے۔ اس کی بنیاد پر آپ کو گریڈ تک دی جائے گی۔

☆ اس طرح تعلیمی سال میں تین مرتبہ آپ کی جانچ ہوگی اور اندراج ہوگا۔ پہلا مجموعی، دوسرا مجموعی اور تیسرا مجموعی جانچ کے علاوہ آپ کی سرگرمیوں سے متعلق جائزہ لے کر آپ کی ترقی کا اندراج کیا جائے گا۔

☆ جماعت دہم کے میمو/سرٹیفکٹ میں بھی ان کی تفصیلات درج ہوں گی۔

☆ پکوان کتنا بہترین کیوں نہ ہو اس میں اگر ایک چٹکی نمک نہ ہو تو ذائقہ حاصل نہ ہوگا۔ اس طرح ہم چاہے کتنی بھی تعلیم حاصل کرلیں، کونسا بھی گریڈ حاصل کرلیں، اگر ہم میں ادب واحترام، قوت برداشت، حیا اور امتیاز نہ ہو تو ہماری قدر نہ ہوگی۔ لہذا اقداری تعلیم، حیاتیاتی تعلیم کے اسباق کے ذریعہ آپ ترقی حاصل کریں۔

فہرست مضامین

سلسلہ نشان	مشق کا نام	صفحہ نمبر
.1	کیا سوال کریں گے	1 - 4
.2	مطمئن ہو جائیں گے	5 - 7
.3	ایمانداری	8 - 12
.4	ستائش	13 - 16
.5	ذمہ داری	17 - 21
.6	غذا کو ضائع کرنا	22 - 26
.7	ہماری صحت ہمارے ہاتھوں میں	27 - 32
.8	احترام	28 - 36
.9	گھر میں باغیچہ کو اگائیں گے	37 - 40
.10	بلا خوف کے بات کریں گے	41 - 43
.11	سب مساوی	44 - 46
.12	مدد کریں گے	47 - 49

ضمیمہ

1۔	حمد	50
2۔	نعت	51
3۔	رباعیات	52
3۔	نظمیں/غزلیں	54
4۔	کہانیاں	55
5۔	شخصیتیں	75

1. کیا سوال کریں گے؟

I اہم اقدار	II ذیلی اقدار
آزادی	گھر میں، اسکول میں آزادی سے سوال کرنا

III متوقع نتائج / مقاصد

- طلبا اپنے اندر پائے جانے والے شکوک کے بارے میں نامعلوم باتوں کے تعلق سے بغیر کسی خوف کے سوال کرنے کے قابل ہونا۔
- طلبا اپنے ضروریات اور مسائل کے تعلق سے آزادی کے ساتھ، بغیر کسی خوف کے سوال کرنے کے قابل ہونا۔

IV تمہید

سوال کرنے سے ہی سیکھنے کا عمل شروع ہوتا ہے۔ سماج میں 'سوال کرنا' کا عمل بہت کم ہوتا ہے۔ سوال کرنا طلباء کی فطری عادت ہوتی ہے۔ بچپن سے ہر ایک کے بارے میں سوال کرنے فطرت رکھنے والے طلبا عمر میں اضافہ کے ساتھ ان کی اس فطرت میں کمی ہوتی جاتی ہے۔

اسکول کو آنے تک ڈر و خوف کی وجہ سے یہ فطرت اور کم ہو جاتی ہے۔ اسکول میں طلبا کا سوال کرنا ایک اہم نکتہ ہے۔ اس نکتہ کو ہی قانون حق تعلیم نے بھی بتایا ہے۔ آزادی دستور کا دیا ہوا حق ہے۔ طلبا سوال کرنے کے حق کو حاصل کئے ہوئے ہیں۔ پھر بھی اس کے بارے میں ہم نہیں سوچ رہے ہیں۔ طلبا کے سوال کرنے کو اور ان کے کواہشات کے اظہار کرنے کی ہم حوصلہ افزائی نہیں کر رہے ہیں۔ سوال کرنا طلبا کا حق ہے۔ جاننا ہی اس سبق کا مقصد ہے۔

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

V مناظر

منظر-1:

رضیہ اور رحیمہ جماعت چہارم میں پڑھ رہے ہیں ۔ رضیہ ہمیشہ سوال کرتی رہتی ہے ۔ جماعت میں ٹیچر سبق پڑھاتے وقت اس کو سمجھ میں نہ آنے پر اسی وقت سوال کر کے شکوک کو دور کر لیتی ہے ۔ گھر کا کام دینے پر کس طرح کرنا چاہیے؟ پوچھ کر کام مکمل کر کے لاتی ہے ۔ خود کو سمجھ میں نہ آنے والے نکات کو بڑی جماعت کے طلبا سے یا اساتذہ سے پوچھ کر معلومات حاصل کر لیتی ہے ۔ جماعت میں گروہ واری مشاغل میں ہوشیاری سے حصہ لیتی ہے ۔ رحیمہ ڈر وخوف میں رہتی ہے ۔ ۔اس کو کوئی نا معلوم باتیں ہو تب بھی ٹیچر کو پوچھنے میں خوف کھاتی ہے ۔اس لئے کبھی بھی سوال کر کے معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتی ۔ جتنا سمجھ آتا اسی پر مطمئن ہو جاتی ۔

ایک دن رحیمہ پریشان سی بیٹھی ہوئی تھی ۔ اس کو غور کر کے رضیہ نے رحیمہ سے پوچھا اس طرح کیوں بیٹھی ہو؟ مجھے یہ ریاضی کا مسئلہ سمجھ میں نہیں آیا۔ ٹیچر کو پوچھنے کے لئے مجھے ڈر ہو رہا ہے ۔ بچوں کو پوچھوں گی تو شائد وہ میرا مذاق اڑائیں گے اس لئے نہیں پوچھی رحیمہ نے کہا۔ اس کے لئے رضیہ نے رحیمہ کو سمجھاتے ہوئے اس طرح کیا۔ دیکھ رضیہ اگر ہم کو کوئی بات سمجھ میں نہ آنے پر پوچھ کر معلوم کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ اس طرح پریشان ہو کر بیٹھنے سے کیا فائدہ آج سے تو نا معلوم باتوں کو ہمت سے پوچھ کر معلوم کر لے۔ اس کے بعد سے رحیمہ آہستہ آہستہ نا معلوم باتوں کے بارے میں سوال کرنا شروع کی۔ اس کے اندر بھی ہمت اور جستجو بڑھ گئی نا معلوم باتوں کو معلوم کرنے لگی ۔ سوال کرنے کیلئے کبھی بھی خوف نہیں کھائی ۔

منظر-2:

سمیہ بہت ہوشیار لڑکی ہے ۔ تمام باتیں معلوم کرنے کی جدت ہے ۔ معلوم کرنے کے امید کے ساتھ ساتھ اگر کوئی غلط بات کرے یا جھوٹ بولے تو اس کو بالکل پسند نہیں آتا ۔ ہمت سے پوچھ لیتی ہے ۔ ایک مرتبہ ماں نے چھوٹے بھائی کو زیادہ مٹھائی دی تو سمیہ نے پوچھا یہ کیا ہے ماں مجھے مٹھائی کم دے کر چھوٹے بھائی کو زیادہ کیوں دیے؟ ماں نے کہا وہ مرد بچہ ہے نا! تو کیا ہم دونوں آپ کے ہی بچے نا! آپ کو ہم دونوں برابر نہیں ہے کیا! سمیہ نے پوچھا۔ گھر میں چھوٹے بھائی سے بالکل کام نہیں کرواتے ۔ مجھ سے ہی تمام کام کرواتے ۔ اس طرح کیوں ہوتا ہے؟ سمیہ اپنے ماں باپ سے سوال کرتی ہے ۔ ایک مرتبہ چھوٹا بھائی جھوٹ بولا ۔ ماں نے اس کو غصہ نہیں کیا اس کو نظر انداز کر دیا۔ یہ بات سمیہ کو پسند نہیں آئی ۔ سمیہ نے ماں سے پوچھا '' کیوں ماں تم نے ایسا کیوں کیا؟ وہ چھوٹا بچہ ہے کہہ کر ماں نے ٹالنے کی کوشش کی سمیہ نے ماں سے کہا کیا چھوٹا بچہ جھوٹ بول سکتا ہے؟ یہ بات تو غلط ہے ۔

منظر-3:

عبداللہ ہمیشہ شکوک میں ہی مبتلا رہتا ہے ۔ گھر میں ہو، اسکول میں ہو یا باہر سوالات کرتے ہی رہنا ہے ۔ عبداللہ کو چند سوالات کے جوابات ملتے ہیں اور چند نہیں ۔ بڑے حضرات کو بھی اس کے جوابات نہیں معلوم رہتے ۔ عبداللہ کے پوچھے گئے سوالات بڑے ہی انوکھے ہوتے ہیں ۔ عبداللہ اپنے دادا جان سے کس قسم کے سوالات پوچھ رہا ہے ذرا گور کیجیے ۔

- دادا حضرت سورج غروب ہونے کے بعد کہاں جاتا ہے؟
- زمین اپنے اطراف آپ گردش کرتے رہتی ہے نا! لیکن ہم کیوں نہیں کرتے؟
- اولے آسمان میں کس طرح تیار ہوتے ہیں؟ آسمان میں فریج ہے کیا؟ برف کے ٹکڑے آسمان سے کیسے گرتے ہیں؟
- جانور ہماری طرح بات کیوں نہیں کر سکتے؟
- ہمارے پالتو کتے کے دانت صاف نہ کرنے باوجود سفید کس طرح ہوتے ہیں؟

آپ نے غور کیا عبداللہ نے کس طرح کے سوالات کیے۔ عبداللہ اپنے اطراف جو کچھ دیکھتا ہے فوری سوالات کرڈالتا ہے۔ عبداللہ کی خواہش ہے کہ وہ تمام معلومات حاصل کرلے۔

VI الف. غور کرنا ردعمل ظاہر کرنا

1. آپ کیوں سوال کرتے ہیں۔ کن کن مواقعوں پر سوال کرتے ہیں؟
2. سوال کرنے کے کیا فوائد ہیں؟ سوال نہ کرنے سے کیا نقصانات ہوں گے؟
3. آپ گھر اور اسکول میں کن امور کے بارے میں سوال کرتے ہو؟ کس کس سے سوال کرتے ہو؟ کیا سوال کرتے ہو؟
4. عبداللہ کے کئے گئے سوالات کو آپ نے سنا۔ آپ اپنے ٹیچر یا بڑوں سے ان سوالات کو پوچھئے۔

جانیے

سوالات سے ہی انسان کے سفر کی ابتدا ہوتی ہے۔ انسان پیدائش سے اپنے اطراف پائے جانے والی دنیا کے حالات کو معلوم کرنے کی جدت سوالات کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ ابھی ابھی باتیں سیکھنے والے چھوٹے بچوں کو غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ماں کے ساتھ ساتھ دکھائی دینے والے تمام افراد سے اپنے میٹھے میٹھے الفاظ میں سوالات کرتے ہوے دنیا کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح سوال کرنا عام طور پر انسان کا ایک فطری عمل ہے۔

عام آدمی سے لے کر عظیم سائنس دانوں تک اپنے اطراف پائی جانے والی دنیا کو کھوجنے کے لیے یہ سوالات ہی ذریعہ ہیں۔ یہ اسی طرح کیوں ہوا؟ کس طرح ہوتا تو تمام کو فائدہ پہنچتا؟ اور کتنا اچھا اس کام کو کرسکیں گے؟ کیوں؟ کیا؟ کس طرح جیسے سوالات خود اپنے آپ سے کرنے ہی پر اکتفانہ کرتے ہوے دوسروں سے بھی سوالات کرنے سے انسانی ترقی اور سماج کی ترقی کے لیے مددگار رہوے۔

شکوک وشبہات دور کرنا ہے تو سوال کرنا۔ ہمارے حقوق حاصل نہ ہونے پر سوال کرنا۔ سماج میں عدم مساوات پایے جانے پر

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

سوال کرنا۔ غلطی کرنے والا کوئی بھی ہو، کس بھی عہدہ پر فائز ہو سوال کرنا۔

سوال کرنے سے ہمارے اندر اعتماد پیدا ہوتا ہے اور یہ بات ہمیں بھولنی نہیں چاہیے کہ سماج کی بھلائی، ترقی و کامیابی اس کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔

اس لئے سوال کرنا ایک ضرورت ہے، ایک علامت ہے، ترقی کا راستہ نکالنے کا ایک ذریعہ ہے۔ بچپن ہی سے اس کی عادت ڈال لینی چاہئے۔ ہمارے کئے جانے والے سوالات بھی علم کی تعمیر میں مددگار بننے والا ہونا چاہیے۔

ب. جماعتی سرگرمی۔ گروہی مشغلہ

- آپ دلچسپی پیدا کرنے والے امور کے بارے میں کون کون سے سوالات کریں گے؟ لکھئے۔
- سوال کروں گا سمجھ کر بھی رک گئے کیا۔ کیوں۔ اس کے لیے کیا ہوا؟

ج. عمل کرنا - تجربات کا تبادلہ خیال کرنا

- ایک ہفتہ آزادی سے سوال کیجئے۔ کن کن امور کے بارے میں سوال کئے؟ کون کون سے سوالات پوچھے؟ سوالات کرنے سے کیا ہوا۔؟ بتلائیے۔

قول

سوال کرنے پر ہی ہمارے علم کی تعمیر اور ہماری ترقی منحصر ہے۔
سوال تجربہ کرنے والوں کا ایجاد کرنے والوں کا پہلا قدم ہے۔

2. مطمئن ہو جائیں گے

I اہم اقدار	II ذیلی اقدار
اطمینان بخش زندگی بسر کرنا	جو مل جائے اس پر راضی رہنا

III متوقع نتائج / مقاصد

- جو مل جائے اس پر راضی ہونا معلوم کرنا
- زیادہ کی امید کرنا اچھا نہیں، معلوم کرنا

IV تمہید

ضرورت سے زیادہ کوئی بھی چیز ہو اس کا غلط استعمال ہوتا ہے۔ضرورت سے زیادہ کی خواہش کرنا بچوں کی فطرت ہے۔اس کو بچپن ہی سے قابو میں رکھنا چاہیے۔ جو مل جائے اس پر راضی رہنے سے حاصل ہونے والہ خوشی اور ضرورت کو بچوں کو بتانا چاہیے۔ضرورت سے زیادہ کی مانگ سے ہونے والے نقصانات ونتائج کو بچوں کو سمجھنا چاہیے۔زیادہ کی امید کرنا مطمئن نہ ہونے سے ہونے والے مشکلات، مطمئن رہنے سے ہونے والی کوشی اور ضرورت کو بتانا ہی اس سبق کا مقصد ہے۔

کہانی

شاہد اور اس کی بیوی نوکری کرتے ہوئے آرام سے زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کو منہاج نام کا ایک ہی لڑکا ہے۔ وہ اس کو بہت زیادہ محبت سے پال رہے ہیں۔ ہر یوم پیدائش کو بڑے پیمانے پر مناتے، ہر عید کو نیے کپڑے خرید کر دیتے، کھلونوں کا تو کوئی حساب ہی نہیں۔ اس کے باوجود منہاج یہ کہتا یہ کافی نہیں ہے۔ وہ چاہیے یہ چاہیے کہہ کر ضد کرتا۔ جو ہے اس پر اکتفا نہ کرتے ہوئے حرص کرتا۔ کپڑوں کو صرف ایک مرتبہ ہی استعمال کرتا۔ پھر نیے کپڑے خریدتا تھا۔ اس کے والدین نصیحت کرنے پر بھی منہاج نہیں مانتا۔ کتنا ہی خرید کر دو خوش نہیں ہوتا۔

ایک مرتبہ شاہد اور اس کی بیوی منہاج کی پیدائش کے دن اس کو یتیم کانہ لے گئے۔ وہاں بچون کو دیکھ کر منہاج کو تعجب ہوا۔ ان کے پاس اس کی طرح نئے نئے کپڑے اچھی گڑیاں اور کھیل کا سامان کچھ بھی نہ تھا۔ اس کے باوجود بھی ان کا خوشی سے زندگی بسر کرنا اس کو تعجب میں ڈال دیا۔ شاہد اور اس کی بیوی نے منہاج سے کہا ''دیکھو یہاں کے بچوں کو آپ کی طرح اچھے کپڑے کھلونے کچھ بھی نہیں ہیں۔ اس کے باوجود بھی وہ لوگ کتنے خوش ہیں ہم کو موجودہ اشیا سے مطمئن نہ ہوتے ہوئے زیادہ کی آرزو سے خوشی حاصل نہیں ہوتی۔ منہاج گھر اانے کے بعد اس کے موجود کپڑوں اور کھلونوں میں سے چند نکال کر باز ورکھ دیے اور اپنے ابو سے کہا ''ابو! مجھے یہ کافی ہیں۔ ان اشیا کو میں ان کو دوں گا جن کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔'' دوسرے دن والد کے ساتھ ان اشیا کو یتیم خانہ لے گیا۔

VI الف. غور کرنا رد عمل ظاہر کرنا

1. کہانی سے آپ نے کیا سیکھا؟
2. آپ کے پاس اشیاء آپ کی ضرورت کے مطابق ہی ہیں؟ یا زیادہ؟ زیادہ ہیں کیا کریں گے؟
3. کونسی اشیا کتنے ہیں تو اطمینان ہوگا؟

جائزہ

حالیہ دنوں میں بڑوں اور بچوں میں موجودہ اشیا سے زیادہ کی آرزو بڑگ گئی ہے۔ موجودہ اشیا سے مطمئن نہ ہو کر زیادہ کی آرزو کرنے کا عمل زیادہ دکھائی دے رہا ہے۔ پہلے عیدوں کے موقعوں پر یعنی رمضان اور بقر عید کو ہی نئے کپڑے خریدے جاتے تھے۔ لیکن اب ہر چھوٹی تقریب کے موقع پر نئے کپڑے ضروری ہوگئے ہیں۔ اس سے فائدہ نہ ہو کر گھروں میں اس کی ڈھیر جمع ہوجاتی ہیں۔ کسی کو بھی دینے کے لئے دل نہیں مانتا۔ اتنے قیمتی کپڑے ہیں سمجھتے ہیں۔ اس سے کپڑے چند دنوں کے بعد بےکار ہوجاتے ہیں جن کے پاس نہیں ہیں ان کو دینے سے کم از کم وہ لوگ تو خوش ہوں گے!

اپنے پاس موجود اشیا سے مطمئن ہونے کی بچپن ہی سے عادت ہونا چاہیے۔ اگر یہ عادت نہ بنے تو یہ عادت خواہشات میں تبدیل

ہوکر آہستہ آہستہ زیادہ چاہت کا راستہ نکال کر تباہی کی طرف لے جاتی ہیں۔ ہم اگر ان میں اب ہی سے ''اطمینان'' والا بیج نہ بوئیں تو مستقبل میں سماج کے لئے ایک بے ایمان آدمی فراہم کرنے کے برابر ہے۔

ب. جماعتی سرگرمی - گروہی مشغلہ

طلبا سے ان کے پاس موجود اشیا میں سے ضروری اور ضرورت سے زیادہ اشیاء کی شناخت کر کے جدول کی شکل میں لکھوایں۔
(کتب، کاپیاں، پنسل، ربر، پن وغیرہ)

اشیا	ضروری	ضرورت سے زیادہ

ج. عمل کرنا - تجربات کا تبادلہ خیال کرنا

طلبا کو اپنے گھر میں موجود ضرورت سے زیادہ اشیا اور کبھی استعمال میں نہ آنے والے اشیا کی شناخت کر کے اظہار کرنے کے لیے کہیں۔ بحث کریں۔

قول

کتنی آمدنی ہے اہم نہیں ہے۔
کتنا اطمینان سے زندگی بسر کر رہے ہیں یہ اہم ہے۔

3. ایمانداری

I اہم اقدار	II ذیلی اقدار
کردار سازی	ایماندار یسے رہنا

III متوقع نتائج/مقاصد

- ایمانداری ایک اچھی علامت ہے معلوم کریں گے۔
- ایمانداری سے رہنا سیکھیں گے۔

IV تمہید

انسان کے پاس موجود صفات میں اہم کردار ہے۔کردار کی علامتوں میں ایک ایمانداری ہے۔ ایمانداری کی وجہ سے انفرادی طور پر اور سماج کو فائدہ پہنچتا ہے۔ کئے جانے والے کام، بولے جانے والہ باتیں، کئے ہوئے کاموں اور کہی گیی باتوں کو قبول کرنا، سچ بولنا، جھوٹ نہ بولنا، دیکھی ہوئی چیزوں کو ویسا ہی بیان کرنا، وعدہ کئے ہوئے کاموں کو صحیح وقت پر کرنا جیسی صفات ایمانداری کو ظاہر کرتی ہیں۔ ایماندار راشد کے ساتھ کیا ہوا اس کہانی کے ذریعہ جانیے۔

کہانی - 1

رامیا بہت ایماندار انسان ہے لیکن غریب ہے۔ دن بھر جنگل میں سوکھے لکڑیوں کو کاٹتا اور شام میں گٹھا باندھ کر بازار کو جایا کرتا تھا۔لکڑیاں فروخت ہونے پر حاصل ہونے والے پیسوں سے غذائی اجناس خرید کر گھر لایا کرتا۔ وہ محنت کر کے پیٹ بھرنے والا انسان تھا۔

ایک دن رامیا لکڑیاں کاٹنے کے لیے جنگل گیا۔ ندی کے کنارے واقع درخت کی سوکھی شاخ کو کاٹنے کے لیے درخت پر چڑھا۔ درخت کی شاخ کاٹتے وقت کلہاڑی ہاتھ سے پھسل کر ندی میں گر گئی۔ رامیا درخت سے نیچے اترا۔ ندی میں کلہاڑی تلاش کرنے پر اسے کلہاڑی حاصل نہیں ہوئی۔ رامیا ندی کے کنارے سر پکڑ کر سوچتے ہوئے بیٹھ گیا۔اس کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گیے۔ دوسری کلہاڑی خریدنے کے لیےاس کے پاس پیسے نہیں تھے۔کلہاڑی نہ بھی ہو گھر میں کھانے کے لیے تمام سامان تو ہونا ہی چاہیے۔اس کو فکر ستانے لگی۔

رامیا کی حالت کو دیکھ کر پانی کے دیوتا کو رحم آ گیا۔اس کے پاس ظاہر ہو کر اس دیوتا نے پوچھا ''کیوں رو رہے ہو؟'' رامیا پانی کے دیوتا کو سلام کر کے اس طرح کہا۔''میری کلہاڑی پانی میں گر گئی ہے میں کیسے لکڑیاں کاٹوں؟ میرے بیوی بچوں کو پالنے کا ذریعہ کیا ہے۔''تم پریشان مت ہو میں تمہاری کلہاڑی نکال دوں گا'' پانی کے دیوتا نے کہا۔

پانی کے دیوتا نے پانی میں غوطہ لگا کر پہلے ایک سونے کی کلہاڑی لا کر کہا ''یہ تمہاری کلہاڑی ہے؟'' رامیا اس کلہاڑی کو دیکھ کر کہا یہ میری نہیں ہے۔

دوسری بار دیوتا نے پانی میں غوطہ لگا کر اس مرتبہ چاندی کی کلہاڑی لا کر رامیا کو دینے لگا۔

رامیا نے اس کو دیکھ کر کہا ''یہ بھی میری نہیں ہے۔''

پانی کا دیوتا پھر ایک بار پانی میں غوطہ لگا کر اس مرتبہ لوہے کی کلہاڑی لے آیا۔اس کو دیکھتے ہی رامیا نے خوشی سے کہا ''یہی میری کلہاڑی ہے۔'' اور کلہاڑی لے کر پانی کے دیوتا کا شکریہ ادا کیا۔ پانی کا دیوتا رامیا کی ایمانداری کو دیکھ کر خوش ہوا کہ اس نے سونے اور چاندی کی کلہاڑیوں کی امید نہ کرتے ہوئے اپنی لوہے کی کلہاڑی لے لی۔ پانی کے دیوتا نے رامیا سے کہا '' تمہاری ایمانداری کو میں سراہتا ہوں۔اور یہ سونے اور چاندی کی کلہاڑی بھی تجھ کو دیتا ہوں، یہ لو!''

رامیا خوشی سے پانی کے دیوتا کو سلام کر کے وہاں سے روانہ ہوا۔کلہاڑیوں کو لے کر وہ اپنے گھر پہنچا۔اب وہ دولت مند ہو چکا تھا اور جنگل کو جانا بھی چھوڑ دیا تھا۔

پڑوسی پلیا، رامیا کے جنگل نہ جانے اور اچانک دولتمند ہونے کو محسوس کیا اور رامیا سے مل کر اس کی وجہ پوچھی۔ رامیا نے سارا واقعہ پلیا کو سنایا۔

پلیا حریص انسان تھا۔ وہ بھی سونے اور چاندی کی کلہاڑی حاصل کرنے کے لیے کلہاڑی لے کر جنگل کو روانہ ہوا۔ رامیا جس

درخت کو کاٹنا چاہتا تھا۔اس پر بیٹھ گیا اور لکڑی کاٹنے کا بہانہ کرتے ہوئے کلہاڑی ندری میں پھینک دی اور دکھاوے کا رونا شروع کیا۔

پانی کا دیوتا ظاہر ہوا اور اس سے رونے کی وجہ پوچھنے لگا۔اس پر پلیا نے کہا کہ میری کلہاڑی پانی میں گر گئی ہے۔پانی کے دیوتا نے کہا کہ رومت میں تمہاری کلہاڑی ابھی لا دیتا ہوں اور اس نے پانی میں غوطہ لگایا اور سونے کی کلہاڑی ہاتھ میں لیے پلیا سے پوچھنے لگا کہ ''کیا یہ کلہاڑی تمہاری ہے'' پلیا خوشی سے اچھل گیا اور کہا ''ہاں! یہ میری ہی ہے۔'' پانی کے دیوتا کو پلیا کی بدنتی کا علم ہو چکا۔

پانی کے دیوتا نے کہا ''تو جھوٹ بول رہا ہے، میں تجھ کو ابھی سبق سکھاتا ہوں'' یہ کہتے ہوئے پانی کا دیوتا سونے کی کلہاڑی لے کر غائب ہو گیا۔حریص بن کر جانے والے پلیا کو نہ اپنی کلہاڑی ملی اور نہ سونے کی۔

کہانی - 2

غوثیہ بہت ہوشیار لڑکی ہے وہ جماعت چہارم کی طالبہ ہے۔اسکول میں ٹیچر کو بھی غوثیہ بہت پسند ہے۔سبق سنتے وقت کئی قسم کے شکوک پوچھتی ہے۔اسکول میں ہونے والے واقعات کو من وعن بیان کرتی ہے۔کچھ بھی نہیں چھپاتی، کسی روز غوثیہ کے گھر میں ایک واقعہ پیش آیا وہ واقعہ کیا ہے ملاحظہ کیجیے۔

غوثیہ کی دادی کپڑے تہہ کر رہی تھیں۔پڑوس میں رہنے والی ممتاز کی بیٹ فراک سینے کے لیے کپڑا لے آئی۔دراصل کپڑے سے دو فراک سیے جا سکتے تھے۔غوثیہ کی دادی نے صرف ایک فراک سی کر دیا۔اور بچے ہوئے کپڑے سے تکیہ کا غلاف سی دیا۔غوثیہ نے اس بات کو محسوس کیا اور دادی سے پوچھا کیا دادی ماں ممتاز انٹی نے فراک سینے کے لیے کپڑا دیا تو آپ نے تکیہ کا غلاف سی دیا۔دادی ماں غوثیہ کو حصہ کر کے خاموش ہو گیی۔لیکن غوثیہ خاموش نہیں بیٹھی۔فراک کے ساتھ تکیہ کے غلاف کو بھی ممتاز انٹی کو دیدی۔اس کی دادی سے خوف کھائے بغیر حقیقت کو بتا دی۔ممتاز انٹی نے غوثیہ کو دو جام دیئے۔

ایک مرتبہ کیا ہوا کہ غوثیہ اپنی ماں کے ساتھ اپنے تایا جان کے گاوں جا رہی تھی۔بس میں کنڈکٹر نے غوثیہ کا فل ٹکٹ لینے کے لیے کہا۔لیکن غوثیہ کی ماں نے کہا کہ اس کی عمر صرف 6 سال ہے۔اسی وقت غوثیہ نے کہا نہیں کنڈکٹر صاحب میری عمر 9 سال ہے اور میں جماعت چہارم میں پڑھ رہی ہوں۔غوثیہ کی باتوں پر کنڈکٹر نے مسکرا کر فل ٹکٹ دیا۔

بچی سے اب میں تنگ آ گئی ہوں۔ذرا بھی ڈر وخوف نہیں۔کچھ بھی نہیں چھپاتی کہہ کر غوثیہ کی ماں نے سارے واقعہ کو غوثیہ کی تائی اماں سے کہہ دیا۔تائی اماں نے سارا واقعہ سن کر کہا کہ ''غوثیہ نے جو کام کیا بالکل صحیح ہے، اس طرح سے بغیر خوف کے سچ بات کہنے والے کتنے آدمی ہیں؟ غوثیہ کی سچ گوئی کی داد دینا چاہیے۔''

اس طرح گھر میں ہو یا باہر گزرے ہوئے واقعات من وعن بغیر خوف کے کہہ دیتی تھی۔

VI الف. غور کرنا رد عمل ظاہر کرنا

1. کہانی میں رامیا کس طرح کا آدمی تھا؟ اگر رامیا کے مقام پر آپ ہوتے تو کیا کرتے؟
2. پلیا نے کیوں نقصان اٹھایا؟
3. ایمانداری سے رہنا ہو تو آپ کو کیا کرنا چاہیے؟
4. غوثیہ نے حقیقت کو بغیر خوف کے بیان کیا؟ کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟

جانیے

ہم کئی لوگوں سے سن رہے ہیں کہ ایمانداری انسانوں میں کم ہوتی جا رہی ہے۔ یہ ایمانداری کیا ہے؟ ہم کو کسی دوسروں کی کوئی چیز ملنے پر اس کو ان کو واپس کر دینا ایمانداری ہے۔ میں نے جس کام کے کرنے کا وعدہ کیا تھا اس کو پورا کرنا ایمانداری ہے۔ ہم کوئی غلطی کئے ہیں تو اس کو قبول کر لینا ایمانداری ہے۔

دودھ میں پانی کا نہ ملانا ایمانداری ہے۔ اشیاء میں ملاوٹ نہ کرنا ایمانداری ہے۔ کسی شئے کی فروخت اس کی مناسب قیمت کے مطابق کرنا ایمانداری ہے۔ من وعن بیان کرنا ایمانداری ہے۔ جو کہا گیا ویسا ہی کرنا ایمانداری ہے۔ اپنا کام خود اچھی طرح کرنا ایمانداری ہے۔ اس طرح کئی باتیں ہیں۔

ہمارے اطراف کی دنیا کو اگر ہم دیکھیں تو ہم کو ایماندار انسان زیادہ دکھائی دیں گے؟ بے ایمان انسان زیادہ دکھائی دیں گے؟ غور کرنے پر ہم کو معلوم ہو جائے گا۔ ایمانداری ہمارے اپنے نظم وضبط کی ایک نشانی ہے۔ ہم کسی کے پاس سے کوئی چیز واپس کروں گا کہہ کر لاتے ہیں لیکن واپس کرنا بھول جاتے ہیں۔ اس طرح ہمارے بھولنے پر ہماری ایمانداری پر شک پیدا ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ہمارے برتاؤ ایمانداری کہاں تک ہے۔ ہمارے برتاؤ کے ذریعہ کوئی دھوکہ کھائے بغیر کوئی تکلیف اٹھائے بغیر رہے، ہم کو سوچ لینا چاہیے۔ ایمانداری سے رہنے پر تمام لوگوں میں ہماری ایک خاص شناخت ہوتی ہے۔ سب کو ہم پر بھروسہ بڑھتا ہے۔ اس بھروسہ کی وجہ سے اچھے تعلقات میں اضافہ ہوتا ہے۔

ب. جماعتی سرگرمی - گروہی مشغلہ

طلبا کو اپنے دوستوں کے ساتھ ایمانداری سے کئے گئے معاملات و واقعات کے بارے میں بولنے کے لیے کہا جائے۔ بحث کی جائے۔ ستائش کی جائے۔

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

ج. عمل کرنا - تجربات کا تبادلہ خیال کرنا

طلبا کو ایک ہفتہ ایمانداری سے برتاؤ کرنے کے لیے کہا جائے۔ ملی ہوئی اشیا کو ایمانداری کے بکسہ میں ڈالنے کے لیے کہا جائے۔ بحث کی جائے۔ اسی طرح ایمانداری کو جاری رکھنے کے لیے کہا جائے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

اسکول میں ایمانداری کا بکسہ!

اسکول میں ایک ایمانداری کا بکسہ رکھا گیا۔ اسکول میں یا جماعت میں کوئی بھی چیز ملنے پر بچے اس کو لے جا کر ایمانداری کے بکسہ میں ڈال دیتے ہیں۔ اس طرح ایمانداری کے بکسہ میں موجود چیزوں کا دعا کے وقت اعلان کر کے جن کی چیزوں کو ان کو دیدیا جاتا ہے۔ ایمانداری کے بکسہ میں جن بچوں نے ملی ہوئی چیزوں کو ڈالا ہے ان کی ستائش کی جاتی ہے۔

ایمانداری کی دکان:

اسکول میں طلبا کی ضرورت کی چیزیں پن، نسل، ربر، قلم تراش، پٹری، کاپیاں اس طرح ایک ایک شئے کو ایک ایک کشتی میں رکھ کر اس پر اس کی قیمت لکھ کر رکھ دیا جاتا ہے۔ اس کے بازو ہی پیسے ڈالنے کے لیے ایک ڈبہ رکھ دیا جاتا ہے۔ طلبا اپنی ضروریات کی چیزیں لے کر اس کی قیمت اس ڈبہ میں ڈال دیتے ہیں۔ فروخت کرنے کے لیے کوئی بھی شخص نہیں ہوتا۔ طلبا ہی خود اپنی ضرورت کی چیزوں کو لے کر اس کی مناسب قیمت ڈبہ میں ڈال دیتے ہیں۔ چیزوں اور پیسوں کے درمیان کہیں بھی فرق نہیں آتا۔ سب کچھ ایمانداری سے طلبا خریدتے ہیں۔

قول

غلطیاں سب کرتے ہیں۔
لیکن ان غلطیوں کو قبول کرتے ہوئے ان کو دور کرنے والا ہی اچھا انسان ہے۔

4. ستائش

I اہم اقدار	II ذیلی اقدار
زندگی کی مہارتیں	دوسروں کی اچھی عادتوں کی ستائش کرنا

III متوقع نتائج/ مقاصد

- دوسرے کوئی اچھا کام کرنے پر، مہارت سے کام کرنے پر ستائش کرنے کی عادت کوطلبا میں فروغ دینا۔

IV تمہید

موجودہ دور میں انسانوں میں خودغرضی بڑھتی جارہی ہے۔ یا شخ اپنا اپنا دیکھ کے علاوہ دوسروں کے تعلق سے ہم نہیں سوچ رہے ہیں۔ مجھ سے کون اچھا؟ اچھا کام کرنے والے کی اچھائی کو سناخت کر کے اس کی ستائش کرنے کے بجائے اس سے حسد اور کینہ کو بڑھاتے ہیں۔ چھوٹی سی ستائش بھی انسان میں جوش اور کامیابی کو بھر دیتی ہے۔ انسانوں کے درمیان تعلقات کو بہتر بناتی ہیں۔ ہماری عزت میں اضافہ کا باعث بنتی ہے۔ لہٰذا دوسروں میں پائی جانے والی اچھائیوں، مہارتوں اور بڑے پن کو جان کران کی ستائش کرنے کی صفت کو طلبا میں فروغ دینا چاہیے۔

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

منظر - V

منظر-1:

استاد اس دن ششماہی امتحانات کے پرچے دے رہے ہیں۔تمام طلبا دلچسپی سے نشانات معلوم کرنے کے منتظر ہیں۔تین مضامین میں مزمل باقی تین مضامین میں غوث پہلے درجہ میں آئے۔استاد نے ان دونوں کو بلا کر ستائش کی اور کہا ''آپ کا تعلیم میں اس طرح کا مقابلہ کرنا بہت خوشی کی بات ہے۔کسی بھی معاملہ میں مقابلہ ہونے پر ہی اچھا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔آپ دونوں اسی طرح پڑھئے۔''

غوث نے تین مضامین پہلے درجہ پر آنے پر مزمل کی ستائش کی۔لیکن مزمل نے صورت کو ٹیڑھی کر کے چلا گیا۔

وہ دونوں نہ صرف پڑھائی میں بلکہ کوئز، تحریری مقابلہ، شطرنج جیسے تمام مقابلوں میں حصہ لیتے۔مزمل اس کو نہ آنے والے کھیلوں میں غوث سے مقابلہ کرتا۔غوث کو انعام آنے پر مزمل برداشت نہیں کرتا۔اس بات کو غوث نے محسوس کیا۔

ایک ہفتہ بعد ہونے والے مقابلوں میں غوث نے اپنا نام لکھوایا۔گزشتہ دو سالوں سے غوث تیراکی میں اول درجہ پر رہا تھا۔مزمل نے بھی اپنا نام لکھوایا۔اس کو دیکھ کر غوث نے کہا ''مزمل تجھ کو تیرنا نہیں آتا تو کس طرح تیرے گا؟''

''کوئی بات نہیں ایک ہفتہ میں تیرنا سیکھ کر تیروں گا۔میرے حصہ لینے پر تجھے کوئی ڈر ہے کیا؟ مزمل نے چڑاتے ہوئے کہا۔تیراکی کے مقابلہ کا دن آ ہی گیا۔سب نے ایک دوسرے کو''آپ کامیاب ہوں گیا'' لیکن مزمل نے غوث سے نہیں کہا۔مقابلہ شروع ہوا۔تمام بچے منزل کی جانب تیرتے جا رہے تھے۔تھوڑی دور اپنے ساتھ آنے والے مزمل کو پیچھے ہوتے ہوئے غوث نے محسوس کیا۔غوث خود سے آگے بڑھ گیا مزمل نے تیزی سے تیرنے کی کوشش کی۔اسی دوران سانس لینے میں تکلیف ہونے پر مزمل پانی میں ڈاب گیا۔کنارے پر بیٹھے ہوئے تمام لوگوں نے مزمل کہہ کر چیخنا شروع کر دیا۔آگے بڑھنے والا غوث پیچھے مڑا اور ڈوبنے والے مزمل کے پاس تیزی سے پہنچ کر اس کو پکڑ کر کنارے لایا۔کچھ دیر ابتدائی طبی امداد پہنچانے پر مزمل کو آہستہ آہستہ افاقہ ہوا۔مزمل، غوث کا کم از کم شکریہ ادا کئے بغیر ہی چلا گیا۔دوسرے دن ضلع کے جج نے جیتنے والوں کو انعامات تقسیم کئے۔ہمت کر کے مزمل کو بچانے والے غوث کو خصوصی انعام دیا گیا اور اس کی ستائش کی گئی۔

غوث مائیک کے پاس جا کر کہا ''دوستو! میں پڑھائی میں کھیلوں میں دلچسپی لینے کے لیے مزمل راست محرک بنا ہے۔مزمل ایک ہفتہ میں تیرنا سیکھ کر مجھ سے مقابلہ کرتے ہوئے بہت ہمت سے تیرا۔اس کی جدت کو دیکھ کر میرا دل چاہ رہا ہے کہ میرا یہ انعام مزمل کو دوں کہتے ہوئے مزمل کو اسٹیج پر بلا کر مزمل کو انعام دیا۔

غوث کے باتوں سے مزمل کا دل ہل گیا۔میں حسد سے غوث سے مقابلہ کیا تو غوث اس کو پسند کر کے اپنا انعام مجھے دے رہا ہے۔کسی معاملہ میں بھی مقابلہ کرنا۔لیکن سامنے والے کا مزاق نہیں اڑانا چاہیے۔اسی طرح مقابلہ میں جیت ہو یا ہار خوشی سے قبول کر لینا۔اگر ہار گئے تو بعد میں جیتنے کے لیے جدت سے کوشش کرنا چاہیے۔جیتنے والوں کی صلاحیتوں کی ستائش کرنا چاہیے۔اتنا ہی لیکن حسد نہیں کرنا کہہ کر اسٹیج پر خوشی سے غوث سے مزمل بغلگیر ہو گیا۔

VI الف. غور کرنا رد عمل ظاہر کرنا

1. اس کہانی کے ذریعہ آپ نے کیا سیکھا؟
2. کیا آپ کی کبھی کسی نے ستائش کی؟ آپ کو کیسا محسوس ہوا؟
3. ہمیں کسی کی ستائش کب کرنا چاہیے؟ ستائش کیوں کرنا چاہیے؟
4. آپ کے اسکول میں آپ کے دوستوں میں اچھی مہارتوں (تصاویر اتارنا، گانا گانے، ہمت سے رہنا، سوالات کرنا وغیرہ) والے کون ہیں؟ کیا آپ نے ان کی کبھی تعریف کی؟ ان کے نام بتلایے۔ ان کی ستائش کیجیے۔

جاییے

ستائش انسان کو خوشی، مسرت اور کامیابی دلاتی ہے۔ کوئی بھی کسی کام کو بہترین انداز میں مکمل کرنے پر ان کی ضرور ستائش کرنا چاہئے۔ اس طرح ستائش کرنے پر اس کے کیے ہوئے کام کی قدر (وہ کام اچھا ہے) معلوم ہوگی۔ اچھے کام کرنے کے لیے وہ ہمت افزائی کا ذریعہ بنتا ہے۔ ہماری کوئی ستائش کرنے پر ہم کو کیسا لگتا ہے۔ بہت خوشی محسوس ہوتی ہے۔ بار بار اچھا کام کر کے اپنے آپ کو منوالینا دل چاہتا ہے۔! لہٰذا اچھا کام کرنے والا کوئی بھی ہو اس کی ضرور ستائس کی جانی چاہیے۔

آپ کے جماعت میں اچھے نشانات حاصل کرنے والے طلبا کو کھیلوں میں گانوں میں اچھا مظاہرہ کرنے والوں کی ستائش کرنا چاہئے ۔ممکن ہو تو ان سے مقابلہ کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ خود سے اچھے نشانات حاصل کررہے ہیں یا اچھا کھیل رہے ہیں تو ان سے حسد، دشمنی کو نہیں بڑھا چاہیے۔ سب سے مل جل کر رہنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ دوسروں کی ستائش کرنے سے ہمارا کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ فائدہ ہی ہوتا ہے۔

ان کے اندر ہمارے تعلق سے اچھا خیال پیدا ہوتا ہے۔ ہم کو دوست سمجھتے ہیں۔ اس سے ہم کو عزت حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا دوسروں میں پائی جانے والی اچھائیوں کو جان کر ان کی ستائش کرنے کی عادت ڈال لینا چاہیے۔

ب. جماعتی سرگرمی - گروہی مشغلہ

ذیل میں دیے گئے امور کے بارے میں بچوں سے کہلوایے۔

1. دوسرے آپ کی کن مواقعوں پر ستائش کیے ہیں۔ اس وقت آپ کو کیسا محسوس ہوا؟
2. آپ دوسروں کیس تائش کن مواقعوں پر کیئے ہیں آپ ان کی ستائش کرنے کے وجوہات کیا ہیں؟

ج. عمل کرنا - تجربات کا تبادلہ خیال کرنا

آپ اس ہفتہ گھر میں، اسکول میں اچھا کام کرنے والوں کی ستائش کیجیے۔ان کے کیے ہوئے اچھے کاموں پر ان کی ستائش کرنے سے آپ کو کیسا محسوس ہوا بتلایے۔

اس طرح کیجیے!

- بڑوں کو ادب و احترام سے سلام کرنا چاہیے۔ چھوٹوں سے محبت سے بات کیجیے۔
- اچھے آدمیوں سے دوستی کیجیے۔
- صبر اور امن کو اپنے اندر پیدا کیجیے۔
- آپ کے گھر میں رہنے والوں اور آس پاس رہنے والوں کی جتنا ہو سکے مدد کیجیے۔
- مسکراتے ہوئے بات کیجیے۔ اچھے کاموں کی ستائش کیجیے۔

قول

چھوٹی چھوٹی ستائش ہی دل کو مسرت ہی نہیں بلکہ دوسرا اچھا کام کرنے کی جانب راغب کرتی ہے۔

5. ذمہ داری

I اہم اقدار

ذمہ داریوں کو پورا کرنا

II ذیلی اقدار

ماحول کو صاف ستھرا رکھان

III متوقع نتائج / مقاصد

- ماحول کی صفائی میں ہمارا کردار کیا ہے معلوم کریں گے۔
- ذمہ داریوں کو نبھانے کے بارے میں باشعور ہوں گے۔

IV تمہید

ہماری اشیا کو ہم بہت احتیاط سے رکھ لیتے ہیں۔اسی طرح گھر بھی ہمارا ہے سمجھ کر بہت اچھی طرح رکھتے ہیں۔اسی طرح ہمارے ماحول سے متعلق کیا ہم سوچ رہے ہیں؟ یا نہیں ہم کو سوچنا چاہیے۔ ماحول کی صفائی بھی ہماری ذمہ داری ہے اس بات کو ہمیں سمجھنا ہوگا۔اس وقت سب صحتمند اور اارام دن رہ سکتے ہیں۔

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

V - منظر

منظر-1:

کچرے کو گلیوں میں ڈالنا:

ایک محلّہ۔اس محلّہ والے سب اپنے گھر کو صاف ستھرا رکھتے ہیں مگر کچرا گلیوں میں پھینکتے ہیں۔کوئی اس جانب توجہ نہیں دیتا۔ کچرے کو ڈالتے ہی رہتے ہیں۔اس طرح ڈالنے سے کچرے کے انبار کئی دن تک ایسے ہی رہتے ہیں۔کچرا سڑ گل جاتا ہے جس سے بدبو پھیلتی ہے اور اس پر مچھروں اور مکھیوں کی افزائس ہوتی ہے۔

اس طرح کچرے کا گلیوں میں ڈالنا کیا صحیح ہے؟اس سے ہونے والے نقصانات کیا ہیں؟

منظر-2:

اسکول میں پکوان کی جگہ صاف ستھری نہ ہونا

ایک اسکول کا باورچی خانہ،جس میں نل سے مسلسل پانی بہنے کی وجہ سے وہاں ہمیشہ پانی جمع رہتا ہے پکوان والے پکوان کے دوران چاول کا پانی وہیں ڈالتے ہیں۔ترکاری کے بچے ہوئے ٹکڑوں کو باورچی خانہ کے بازو ہی ڈال رہے ہیں۔اسکول کو پورا کچرا بھی باورچی خانہ کے بازو ہی ڈال رہے ہیں۔طلبا دوپہرا کا کھانا بھی وہیں کھا رہے ہیں۔

اس طرح کھانا کھاں صحت مندی کی علامت ہے؟

منظر-3:

تقریب کے وقت کچرا اور کھانا ایک جگہ جمع ہو جانا

ایک گھر میں شادی کی تقریب چل رہی ہیں۔رشتہ دار، دوست احباب، پڑوسی سب نے شادی میں شرکت کی ہے۔گھر والے دو دن سے بچے ہوئے کھانے کو گلی میں سڑک کے کنارے ہی ڈال رہے ہیں۔شادی کی خوشی میں کوئی بھی اس جانب توجہ نہیں دے رہا ہے۔ چیزوں کے سڑ جانے سے بو آ رہی ہے۔بو کو سڑک پر چلنے والے برداشت نہیں کر پا رہے ہیں۔

اس طرح دوسروں کو تکلیف دینا کیا صحیح ہے؟

منظر-4:

لطیف کے گھر گئے تو بہت اچھا لگا۔ جہاں دیکھو صاف صفائی۔ گھر کے سامنے پودے ہیں ان پودوں کے اطراف آلہ بنا کر گھر میں استعمال ہونے والے پانی کا راستہ اس طرف بنا ہوا ہے۔

کچرے کی ٹوکری میں کچرا ڈالا ہوا ہے۔ گھر کے ایک کونے میں ایک گڑھا بنا ہوا ہے اس میں کچرا ڈالا جا رہا ہے۔ اس سے پودوں کی ضرورت کی کھاد تیار کرتے ہیں۔ گھر کے سامنے موجود پھولوں کے پودے لہلہا رہے ہیں۔ مہمانوں کے لئے باغیچہ میں کرسیاں ڈالی ہوئی ہیں۔ بڑا پیارا ماحول ہے۔

ان کے گھر کے پڑوس میں کمال کا گھر ہے۔ گھر کے سامنے جا بجا کچرا پڑا ہوا ہے۔ پلاسٹک کے کور، ہوا سے اڑ رہے ہیں۔ گھر کا تمام استعمال شدہ پانی گھر کے سامنے ٹھہرا ہے۔ بد بو پھیلی ہوئی ہے۔ گھر کے سامنے ایک بھی پودا نہیں ہے۔ ہر طرف کچرا ہے تھوک پڑا ہے۔ کوئی ان کے گھر جانا پسند نہیں کرتا۔

VI الف. غور کرنا رد عمل ظاہر کرنا

1. مندرجہ بالا مناظر کا مشاہدہ کیا۔ یہ علاقے کیسے ہیں۔ اس طرح رہنا چھا ہے؟ کیوں؟
2. آپ کے علاقے میں ماحول صاف ستھرا نہ ہونے کی کیا وجوہات ہیں؟
3. ہمیں ماحول کو صاف ستھرا کیوں رکھنا چاہیے؟
4. ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کے لیے ہم کو کیا کرنا چاہیے۔
5. کیا ہمارے گھر میں صفائی ہو تو کافی ہے؟ ہمارے اطراف و اکناف کے ماحول کو بھی صاف ستھرا رکھنا چاہیے۔ کیوں؟
6. لطیف اور کمال کے گھروں میں آپ کو کونسا گھر پسند ہے؟ آپ کا گھر کیسا ہے؟
7. کیا ہمارے اسکول کا ماحول صاف ستھرا ہے؟ نہیں ہے تو اس دن کیا کریں گے؟

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

جانیے

ماحول کو صاف ستھرا رکھنا

ہم اپنی اشیا کو بیت احتیاط سے رکھ لیتے ہیں۔اسی طرح گھر کو اور گھر کے ماحول کو بھی صاف ستھرا رکھنا چاہیے۔محلّہ کو کچرے کا ڈھیر اور خراب پانی سے گندا نہیں کرنا چاہیے۔صاف ستھرا نہ رکھنے کی وجہ سے متعدی امراض کا شکار ہو رہے ہیں۔بیماریوں کے لئے دوایوں کے خرچ کو برداشت نہیں کرکے معاشی مسائل کا سامنا کر رہے ہیں۔قرض لے کر ہی سہی ہم اپنی زندگی بچانے کے لیے پیچھے نہیں ہٹتے۔لیکن بیماریوں سے بچنے کے لیے ماحول کو صاف ستھرا رکھنا نہیں چاہتے۔لہٰذا ہم کو پہلے ماحول کی صفائی کا خیال رکھنا چاہیے۔خاص طور پر گھر کے اندر کچرا، کچرے کی کنڈی میں ہی ڈالیں۔مکھی اور مچھر کو روکنے کے لیے بلیچنگ پاوڈر کا چھڑکاؤ کریں۔نل کے پاس پانی کو نہیں رکنے دینا چاہیے۔صفائی کے تعلق سے بچوں کو بچپن ہی سے شعور پیدا کرنا چاہیے۔یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

ب. جماعتی سرگرمی - گروہی مشغلہ

سلسلہ نشان	گندے مقامات	گندے رہنے کی وجوہات	ان علاقوں کو صاف ستھرا رکھنے کے لیے ہم کو کیا کرنا چاہیے؟
1.	گھر		
2.	اسکول		
3.	کمرہ جماعت		
4.	محلّہ		

ج. عمل کرنا - تجربات کا تبادلہ خیال کرنا

مندرجہ ذیل علاقوں میں کسی ایک کا انتخاب کر کے اس کو صاف ستھرا رکھنے کی کوشش کیجئے۔اپنے تجربات بیان کیجیے۔

(a) گھر (b) اسکول (c) کمرہ جماعت (d) محلّہ

صفائی

صفائی سے مراد اپنے جسم کو صاف رکھنا، اس کے لیے ہم کو صبح ہی جاگنا چاہیے۔ ضروریات سے فارغ ہوکر دانتوں کو صاف کرنا چاہیے۔ روزآنہ جسم کو اچھی طرح صاف کرکے پانی نہانا چاہیے۔ ناخون کو صاف کرکے بڑھے ہوئے ناخنوں کو کترنا چاہیے۔ صاف ستھرے کپڑے پہن کر ہم ہمارے جسم کو صاف رکھنا چاہیے۔ اسی طرح ہمارے جسم کو ہی نہیں بلکہ ہمارے اطراف کے ماحول کو بھی صاف رکھنے پر ہی ہم صحتمند رہیں گے۔ پھٹے ہوئے کاغذ کے ٹکڑے کچرا وغیرہ کچرے کی ٹوکری ہی میں ڈالنا چاہیے۔ کمرہ جماعت میں رکھی ہوئی چیزوں کو صاف رکھنا چاہیے۔ کاغذوں کو نہیں پھاڑنا چاہیے۔ باغ میں گرے ہوئے پتوں کو نکال کر باغ کو صاف رکھنا چاہیے۔

اسی طرح ہماری غذا کے بارے میں صفائی کا خیال رکھنا چاہیے۔ اچھے تازہ پھل، ماں کی پکائی ہوئی ترکاریاں، دالیں وغیرہ کسی کا نکارنہ کرتے ہوئے کھاکر روزآنہ دودھ پینے سے صحت اچھی رہتی ہے۔ اسی طرح غذا کھانے سے پہلے ہاتھ پیر اچھی طرح دھولینا چاہیے۔ دستی ہمیشہ اپنے پاس رکھنا چاہیے۔ اسی طرح کھیل کود میں بھی حصہ لینا چاہیے۔ ہماری غذا، ہمارا ماحول سب کو صاف رکھیں تو ہماری صحت بھی اچھی رہتی ہے اور ہم کو زیادہ پڑھنے میں مدد ملتی ہے۔

قول

ہمارا ماحول صاف جنت کی طرح تیار ہونا ہے تو اپنی ذمی داری کیا ہے ہم کو سوچنا چاہیے۔

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

6. غذا کو ضائع کرنا

I اہم اقدار	II ذیلی اقدار
بچت	غذائی اشیا کو ضائع نہ کرنا

III متوقع نتائج/مقاصد

- غذائی اشیا کو ضائع نہیں کرنا چاہیے اور بچے ہوئے غذائی اشیا کا کسی بھی طریقے سے اس کا استعمال کرنا چاہیے سے متعلق معلومات حاصل کرنا

IV تمہید

ہمارے جسم کو غذائی اشیا طاقت دے کر صحت عطا کرتے ہیں۔ یہ غذائی اشیا نہ صرف ہم کو بلکہ تمام جانداروں کو طاقت دیتے ہیں۔اس طرح کے اشیا کو برتن میں زیادہ ڈال کت نیچے پھینکتے ہوئے کھانا، بچی ہوئی غذائی اشیا کو ضائع کر دینا جس سے کئی افراد کو غذا فراہم نہیں ہو رہی ہے۔لہٰذا غذائی اشیاء کو ضائع نہ کرتے ہوئے بچے ہوئے غزائی اشیا کو غریبوں اور جانوروں کو دے کر ان کا صحیح استعمال کرنا معلوم کرنا چاہیے۔

V - مکالمے
''غذا کو ضائع ہونے سے روکیں''

چاچا جان: ارباز کھانا سب نیچے گرا رہے ہو۔

ارباز: میں گرا نہیں رہا ہوں چاچا جان۔ میں کھا رہا ہوں تو نیچے گر رہا ہے۔

چاچا جان: اس طرح کھانا نیچے گرانا ضائع ہونے کے مماثل ہے۔

ارباز: ہاں! پھر دیدی ہمیشہ سالن کو برتن میں زیادہ ڈال کر کھائے بغیر ہی چھوڑ دیتی ہیں۔

چاچا جان: دیدی، تم یا اور کوئی ہو ہم کو استعمال میں آنے والی اشیا کو غیر ضروری نہیں پھینکنا چاہیے۔

عفیفہ: کیا چاچا جان ارباز میری کوئی شکایت کر رہا ہے۔

چاچا جان: کچھ نہیں بیٹی! ہمارے گھر میں غذائی اشیا کس طرح ضائع ہو رہی ہیں۔ ارباز غور کر رہا ہے اور مجھے بتا رہا ہے۔

عفیفہ: کیا میں کچھ ضائع کر رہی ہوں؟

چاچا جان: تم ضائع کر رہی ہو یا نہیں مجھے نہیں معلوم لیکن برتن میں زیادہ غزائی اشیا ڈال کر پھینکنا نہیں چاہیے۔

عفیفہ: ہاں چاچا جان میں کھانے کے لیے ہی ڈال لیتی ہوں مگر کھا نہیں سکتی۔

چاچا جان: اس لئے ہم کو جتنی ضرورت ہے اتنا ہی برتن میں ڈال لینا چاہیے۔ کھانا، دال، اچار اس طرح کچھ بھی ہو۔ تم جو ضائع کر رہے ہو وہ دوسروں کے استعمال میں آ سکتی ہیں۔

عفیفہ: آپ جو کہہ رہے ہیں وہ صحیح ہے! ہمارا اشیاء کا پھینکنا دوسروں کے کھانے کے موقع کو ختم کرنے کے برابر ہے۔

چاچا جان: صحیح نشاندہی کی ہے تم نے۔ وہی نہیں اس طرح کے معاملات میں نقصان بھی ہوتا ہے۔

ارباز: نقصان کس طرح چاچا جان؟

چاچا جان: کسی کو بھی وہ غزا استعمال ہوئی کوئی بات نہیں لیکن استعمال نہ ہوئی تو نقصان ہی ہے نا۔

عفیفہ: نقصان کس طرح چاچا جان مجھے بھی سمجھ میں نہیں آ رہا؟

چاچا جان: مثلاً بھنڈی کا سالن پھینک دینے پر اس کے تیار کرنے کے لیے ضروری اشیا کو ہم پیسے خرچ کر کے ہی خرید لاتے ہیں۔

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

اربا ز: ہمارے ہی پیسے ہیں نا!

چاچا جان: پیسہ محنت کر کے ہی کمائے جاتے ہیں۔اس طرح ہماری محنت کا نقصان ہی ہوا نا۔ ہماری محنت ضائع ہوئی۔ یہی نہیں بھنڈی، تیل، ہلدی، نمک، مرگ وغیرہ اشیا کو تیار کرنے والوں کی محنت کو بھی ہم ضائع کرنے کے مماثل ہو۔

اربا ز: گیس بھی ضائع ہوتی ہے۔

چاچا جان: ہاں کتنا صحیح کہا ہے تم نے اسی طرح سونچنا چاہیے۔

عفیفہ: ہماری ماں کی محنت بھی ضائع ہوتی ہے۔

چاچا جان: اگر صحیح غور کیا جائے تو تمہاری کہی ہوئی بات بالکل درست ہے۔

عفیفہ: چاچا جان! اس طرح سونچنے پر کئی غذائی اشیا ضائع ہو رہی ہیں۔

اربا ز: ہمارے اسکول میں دوپہر کے کھانے کے وقت بہت سارے بچے غذائی اشیاء کو پھینکتے ہیں۔

چاچا جان: عفیفہ! تمہارے کہنے کے مطابق ہم غذائی اشیا کے ضائع کرنے کو روکنا چاہیے۔اربا ز تمہارے اسکول میں بچوں کو غذائی اشیا کے ضائع ہونے کے بارے میں وضاحت کر کے ضائع ہونے پر یونے والے نقصانات کے بارے میں غور کروانا چاہیے۔

اربا ز: چاچا جان! آپ کے ذریعہ ایک اہم بات معلوم ہوئی۔اس تعلق سے سونچنے کی کتنی ضرورت ہے۔

عفیفہ: دعوتوں میں، یوم پیدائش وغیرہ تقریبات میں ہم غزا کے ضائع ہونے کو روکنا چاہیے۔کیوں ہے نا چاچا جان!

چاچا جان: آپ نے اچھا کہا۔کسی بھی حالت میں ہم کو طاقت اور صحت کو دینے والے غذائی اشیا کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ہم استعمال کرنا یا دوسروں کو دینا لیکن پھینکنا نہیں چاہیے۔

ہم کو طاقت دینے والی غذائی اشیا کو ضائع کرنے سے ہم کو ہمارے ساتھ دوسروں کو نقصان پہنچانے کے برابر ہے۔اس بات کو یاد رکھنا چاہیے۔

VI الف. غور کرنا رد عمل ظاہر کرنا

1. ضائع کرنے سے آپ کیا مراد لیتے ہیں؟
2. اربا ز اور عفیفہ کی طرح کیا آپ نے کبھی غذا کو ضائر کیا ہے؟ کیا یہ اچھا کام ہے۔
3. آپ کے گھر میں غذائی اشیا بچ جانے پر کچرے میں ڈال دیتے ہیں۔یا ضرورت مندوں، جانوروں کو دیتے ہیں۔
4. غذائی اشیا کو ضائع کرنے سے کس کس کو مشکل پیش آتی ہے اور نقصان پہنچتا ہے۔

5. ذیل کے جملے صحیح ہیں یا غلط نشاندہی کیجئے۔

a) سلیم کچھ چکنیاں کھا کر باقی نالی میں بہا دیتا ہے۔

b) نازیہ کھانے کو بغیر نیچے گرائے کھا رہی ہے۔

c) رحیم کو آپ کا رس پسند نہیں آیا، بچے ہوئے رس کو وہ چیونٹیوں کے چھتے میں ڈال رہا ہے۔

d) انور کی ماں روزانہ زیادہ سالن پکا کر بچے ہوئے سالن کو کچرے میں ڈال دیتی ہے۔

e) باری شادی کی دعوتوں میں وہاں موجود لوگوں سے کہتے ہیں کہ ''غذائی اشیاء کو ضرورت کے مطابق کھائیے لیکن پھینکئے مت''۔

f) شادی کی دعوتوں میں چند لوگ زیادہ ڈال کر بچا دیتے ہیں۔

جانیے

ہم کو زندہ رہنے کے لیے ہوا اور پانی کے ساتھ غذا بھی ضروری ہے۔ غذا نہ کھانے پر کوئی بھی جاندار اپنے زندگی کے کاموں کو صحیح طور پر پورا نہیں کرسکتا۔ ہم کوئی بھی کام کرنے کے لیے توانائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ توانائی ہم کو غزا سے ہین حاصل ہوتی ہے۔ ہر کوئی محنت سے کام کر رہا ہے۔ تو اس غزا کے لیے۔ اس لیے بڑوں نے کہا ہے کہ ''پیٹ بھرنے کے لیے کروڑوں ترکیبیں''، ہم زندگی گزارنے کے لیے اس طرح کے انتہائی ضروری غذائی اشیا کو معلوم ہو کر تھوڑا نہ معلوم ہو کر اس طرح کسی بھی طریقے سے ضائع کر رہے ہیں۔

کروڑوں افراد ایک وقت کا بھی کھانا نہ ہونے پر پریشان ہو رہے ہیں تو دولت مند افراد شادیوں میں، تقاریب میں، خوشیوں کے موقع پر فیشن کے طور پر برتنوں میں کھانے کی اشیا کو بچا کر غذا کو ضائع کر رہے ہیں۔ اس طرح کے ضائع ہونے کو روکنا ہماری ذمہ داری ہے۔

گھر میں غذائی اشیا کو ضرورت کے مطابق ہی تیار اور استعمال کرنا چاہیے۔ زیادہ ڈال کر نہیں پھینکنا نہیں چاہیے۔ بچے ہوئے اشیا کو کچرے کی کنڈی میں دالنے کے بجائے غریبوں کو یا جانورں کو دیان چاہیے۔ اس طرح شادیوں میں تقاریب میں ہوٹلوں میں بچنے والی غذائی اشیا کو غریبوں یا یتیم خانوں میں دینا چاہیے۔ اسی طرح دوپہر کے کھانے کے وقت بھی آپ کی ضرورت کے مطابق ہی ڈال کر کھائیے۔ زیادہ ڈال کر مت پھینکئے۔ اس طرح ہم کھانے کو پھینکنے سے دوسروں کو کھانا نہیں ملنے دینے والوں میں ہمارا شمار ہوگا۔ لہٰذا غذائی اشیاء کو ضائع مت کیجئے۔

ب. جماعتی سرگرمی - گروہی مشغلہ

مندرجہ ذیل مواقعوں پر غذا کس طرح ضائع ہوتی ہے۔اس کو کس طرح روکنا چاہیے۔گروہوں میں طلبا میں بحث کروائیں۔

1. دوپہر کے کھانے کے وقت
2. دعوتوں،شادیوں اور خوشیوں کے مواقعوں پر
3. گھروں میں

ج. عمل کرنا - تجربات کا تبادلہ خیال کرنا

دوپہر کے کھانے کے وقت غذا کو ضائع ہونے سے کس طرح روکنا چاہیے۔اپنے اسکول میں اوپر کیے گئے مباحثہ پر ایک ہفتہ عمل کیجیے۔غذا کے ضائع ہونے کو آپ کس حد تک روک پائے ہیں؟ بیان کیجیے۔

اس طرح کیجیے!

- کھانے کھاتے وقت اسے نیچے مت گرایئے۔
- سالن میں پائے جانے والے کوتمیر،کریاپات،کومت پھینکئے اس میں غذائیت پائی جاتی ہے۔
- کھانا جتنا ضروری ہے اتنا ہی برتن میں لیجیے۔
- کھانا پورا کھائے ایک لقمہ بھی مت بچایئے۔
- پھلوں کو دانتوں سے کتر کے کھانے کے بجائے اس کو چاقو سے کاٹ لیجیے اور جتنا ضروری ہو اتنا ہی لیجیے باقی دوسروں کے لیے رکھ دیجیے۔

قول

غذا خدا کی ایک عظیم نعمت ہے۔
تمام خیراتوں میں کھانے کی خیرات بہتر ہے۔

7. ہماری صحت ہمارے ہاتھوں میں

I اہم اقدار
صحت کی قدر

II ذیلی اقدار
انفرادی صفائی - ہاتھ اور ناخن کی صفائی کے بارے میں شعور بیدار کرنا

III متوقع نتائج / مقاصد

- ہاتھوں کو صاف کرنے کی ضرورت کو جان جائیں گے۔
- بچے ناخن کو بڑھائے بغیر کاٹ کر صاف رکھنا سیکھ لیں گے۔

IV تمہید

تندرستی ہزار نعمت ہے۔ ہم صحت مند رہنے کے لئے ماحول کا صاف ستھرا ہونا جتنا ضروری ہے انفرادی صفائی بھی اتنی ہی ضروری ہے۔ اکثر لوگ انفرادی صفائی نہ ہونے کہ وجہ سے ہی بیمار ہوتے ہیں، خاص طور پر بچوں میں صفائی نہ ہونے کی وجہ سے مختلف بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں جسم کے ہر عضو کے بارے میں خاص توجہ دے کر صفائی کا خیال رکھنا چاہیے۔ ہاتھ اور ناخن صاف نہ ہونے کی وجہ سے کھانا کھاتے وقت کئی جراثیم جسم میں داخل ہو کر بیماریاں لاحق ہونے کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ اس لئے ہاتھوں اور ناخن کی صفائی پر خاص توجہ دینا چاہئے۔

☆ بچو! صحت مند رہنے سے آپ کیا مراد لیتے ہیں؟

☆ ہماری صحت کے خراب ہونے کے وجوہات کیا ہو سکتی ہیں؟ سوچ کر بتائیے۔

☆ کن کن مواقعوں پر ہاتھوں کو صاف رکھنا چاہیے۔

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

V - روئیداد

گوہر، رفیع اور رضیہ بھائی بہن ہیں۔ اس دن اسکول کو تعطیل ہونے سے وہ ریت میں کھیل رہے تھے۔ کچھ دیر بعد ان کی ماں نے لڈو دوں گی کہہ کر بلایا۔ تینوں دوڑتے ہوئے آئے۔ ہاتھ پھیلائے ماں نے کہا ہاتھ دھو کر آنے پر ہی میں لڈو دوں گی۔ تینوں جا کر فوراً ہی واپس آ گئے اور لڈو لینے کی جلدی کرنے لگے۔ اسی وقت ان کے ماموگھر میں داخل ہوتے ہیں اور بچوں کو اپنے پاس بلاتے ہیں، بچوں نے کہا ہم لڈو کھا کر آتے ہیں۔ ان کے ماموں نے کہا لڈو ہی نہیں بلکہ میا اور بھی چیزیں دوں گا۔ پہلے میرے پاس آ کر اپنے ہاتھوں کو دکھایئے۔ ماموں جان نے کہا۔ تینوں نے آ کر ہاتھ دکھائے۔ رفیع کے ہاتھوں کو مٹی لگی ہوئی تھی۔ گوہر اور رضیہ کے ہاتھوں کو مٹی تو نہیں تھی لیکن ناخن گندے تھے۔ ماموں جان نے اس کو دیکھ کر کہا۔ ہاتھ دھونے کا مطلب ہاتھوں کو گیلا کرنا نہیں۔ صرف پانی سے دھونا نہیں۔ ہماری آنکھ کو نہ دکھائی دینے والے جراثیم ہاتھوں کو لگے ہوئے رہتے ہیں۔ ہاتھوں کو صابن سے رگڑ کر دھونا چاہیے۔ اسی طرح ضرورت سے فارغ ہو کر آنے کے بعد بھی ہاتھوں کو صابن سے رگڑ کر دھونا چاہیے۔ اسی وقت ہاتھ صاف رہتے ہیں۔ اسی طرح ناخنوں کو بڑھانے سے اس میں مٹی جمع ہوتی ہے۔ ہم پانی نہانے پر ہاتھ دھونے پر بھی ناخنوں میں موجود مٹی نہیں نکلی آپ نے دیکھا۔ گندے ناخنوں والے ہاتھوں سے ہم کھانا کھائیں گے تو خراب بیکٹیریا، جراثیم اندر داخل ہو کر پیٹ میں کرم کے کیڑے پیدا کریں گے۔ اس کی وجہ سے پیٹ میں درد ہوگا۔ اس لئے ہفتہ میں ایک مترتبہ ناخنوں کو کاٹنا چاہئے۔ صاف ستھرا رکھ لینا چاہئے۔ ہمارے ہاتھ اور ناخن بیماریاں آنے کا اہم ذریعہ ہیں۔ گندے ناخنوں سے کھجانے پر اس جگہ پر پھوڑا پیدا ہوگا۔ ان ہی ہاتھوں کے ناخن سے دوسری جگہ کھجانے پر وہاں پر بھی وہ بیماری پیدا ہوگی۔ بیماری آنے پر ڈاکٹر کے پاس جانا۔ دوائیاں اور انجکشن لینے سے بہتر ہے کہ ہمارے جسم کے اعضا کی صفائی پر ہم توجہ دیں، بہت سی بیماریوں سے دور رہ سکتے ہیں۔ فوری تینوں بچے جا کر اپنے بڑھے ہوئے ناخنوں کو کتر کر ہاتھوں کو صاف صابن سے دھو کر آئے۔ اس کو دیکھ کر ماموں جان نے اچھے بچے کہتے ہوئے ان کی ستائش کی اور اپنے ساتھ لائے پھلوں کو ان کو دیدیا۔ ماں نے لڈو دیئے۔ ہماری صحت ہمارے ہاتھوں میں کہہ کر بچے خوشی سے چیختے ہوئے دوڑنے لگے۔

جسمانی صفائی کا ترانہ

صبح صبح جو اٹھتے ہیں تندرست وہ رہتے ہیں
روز فجر میں وضو بنا کر نماز ہم پڑھتے ہیں
جسم کی پاکی کی کاطر غسل کیا کرتے ہیں
اچھے کپڑے پہن کے روز ہم اسکول جاتے ہیں
صبح صبح جو اٹھتے ہیں تندرست وہ رہتے ہیں
روز فجر میں وضو بنا کر نماز ہم پڑھتے ہیں
کھانا صاف ستھرا ہو اور ہم بھی صاف ستھرے ہوں
اسی بات کو لوگوں تک ہر دم ہم پہنچاتے ہیں
صبح صبح جو اٹھتے ہیں تندرست وہ رہتے ہیں
روز فجر میں وضو بنا کر نماز ہم پڑھتے ہیں
ہر ہفتی صحت کی خاطر ناخن ہم کٹواتے ہیں
بال ہمارے بڑھ نہ جائیں اس کو ہم بنواتے ہیں
صبح صبح جو اٹھتے ہیں تندرست وہ رہتے ہیں
روز فجر میں وضو بنا کر نماز ہم پڑھتے ہیں
کھیل کود سے صحت کو اپنی بہتر ہم بناتے ہیں
عالیہ گوہؔر بچے ایسے صحت مند کہلاتے ہیں
صبح صبح جو اٹھتے ہیں تندرست وہ رہتے ہیں
روز فجر میں وضو بنا کر نماز ہم پڑھتے ہیں

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

VI الف. غور کرنا رد عمل ظاہر کرنا

1. بچو! ہاتھوں کو کب کب صاف کرنا چاہیے؟ کیوں؟ بتلائیے؟
2. ناخنوں کو کیوں نہیں بڑھانا چاہیے؟
3. ہاتھ اور ناخن صاف نہ ہوں تو کیا ہوگا؟

جانیے

- بین الاقوامی یوم ہاتھ صفائی کو ہر سال 15/ اکتوبر کو پوری دنیا میں مناتے ہیں۔
- ہماری صحت ہمارے ہاتھوں میں ہی ہے۔کھانے سے قبل اور بعد میں اسی طرح ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد مٹی، ریت کو چھونے کے بعد، اسی طرح فضلات کو چھونے کے بعد صابن سے رگڑ کر ہاتھ دھونا چاہیے۔ناخن کو گندگی سے پاک رکھنا چاہیے اور ناخن ہمیشہ چھوٹے رکھنا چاہیے۔

اسکولوں میں طلبا کو ہاتھوں کو کس طرح صاف رکھنا چاہیے معلوم کرنے والا ایک پروگرام حکومت کی جانب سے Hand Wash کے نام سے منعقد کیا جاتا ہے۔

ب. جماعتی سرگرمی - گروہی مشغلہ

1. بچو! اپنے ہاتھوں کا مشاہدہ کیجیے۔گندے ہاتھ والے کتنے بچے ہیں اور صاف ہاتھ والے کتنے بچے ہیں ذیل کے جدول میں درج کیجیے۔

گندے ہاتھ والے بچے	اچھے ہاتھ والے بچے

2. بچو! ناخنوں کا مشاہدہ کیجیے اور کون کون ناخن کترواتے ہیں کتنے بچے ناخن نہیں کترواتے ہیں ذیل میں درج کیجیے۔

گندے ہاتھ والے بچے	اچھے ہاتھ والے بچے

3. بچوکودوگروہوں میں تقسیم کرکے ناخن کترواننے کےفوائد، بڑھانے سے ہونے والےنقصان کہلوائیں،لکھوائیں

ناخن کتروانے کےفوائد	ناخن بڑھانے کےنقصانات

4. بچو!ناخن کوکس نکالنا ایک کے بعدایک آکر سامنے مظاہرہ کیجیے۔

5. ہاتھون کوکس طرح صاف کرنا چاہیے مظاہرہ کیجیے۔

ج. عمل کرنا - تجربات کا تبادلہ خیال کرنا

1. ہاتھوں اورانگلیوں کے درمیان صابن سے صاف رگڑ کر دھویئے۔

2. ناخنوں کو چھوٹے کترنا چاہیے تاکہ ناخنوں میں مٹی نہ رہے۔اسی طرح پیروں کے ناخن کوبھی چھوٹے چھوٹے کتر لینا چاہیے۔

ایک ہفتہ کے بعد ہاتھوں کوصاف دھونے اورناخن کوکترکت گندہ نہ ہونے دینے پر آپ کوحاصل ہونے والے تجربات کوبتایئے۔

اس طرح کیجیۓ!

- صحت کے لیےوقت کی پابندی،نظم وضبط ضروری ہے۔
- چاہے دس کام بھی کیوں نہ ہوں وقت پرضروریات سے فرغ ہونا چاہیے۔
- چاہے سوکام بھی کیوں نہ ہوں وقت پرورزش ورغسل کرنا چاہیے۔
- چاہے ہزار کام کیوں نہ ہوں وقت پرکھانا کھانا چاہیے۔
- چاہے لاکھ کام بھی کیوں نہ ہوں وقت پرعبادت کرنا چاہیے۔
- چاہے کروڑ کام بھی کیوں نہ ہوں وقت پرسونا چاہیے۔

صحت مند انسان خوشحال رہ سکتا ہے۔دولتمند ہوسکتا ہےلیکن دولتمند انسان صحت منداورخوشحال رہنے کی امیدنہیں رکھ سکتے۔

صفائی

صفائی انسان کے لیے بے انتہا ضروری ہے۔صفائی ہرمعاملہ میں ہونا چاہیے۔ہماراجسم،ہمارے کپڑے،کھانے کی غذا،پینے کا پانی، سانس لینے والی ہوامُس صاف ستھرے رہنا چاہیے۔ہمارے گھرکو،اسکول کو،کمرہ جماعت کوہمارے ماحول کوصاف رکھنا چاہیے۔صحیح طریقے سے نہانے اوردانتوں کی صفائی کرنے سے جسم کوصاف اور بیماریون کودوررکھ سکتے ہیں۔دانتوں کے امراض نہ ہونے پرکسی بھی چیز کو

اچھا چبا کر کھا سکتے ہیں۔اچھی طرح سے بات کر سکتے ہیں۔ہم کھانے والی غزا اور پانی صاف رہا تو جسم صحت مند رہتا ہے۔سڑی ہوئی غذا، مکھی اور مچھر بیٹھی ہوئی غذا کھانے سے صحت متاثر ہوجاتی ہے۔ پانی بھی یعنی کرم کے کیڑے، کنجل والا پانی صحت کو خراب کرتے ہیں۔ آآل؛ودہ ہوا میں سانس لینے سے پھیپھڑوں سے متعلق بیماریاں لاحق ہوتی ہیں ہوا کو صاف ستھرا رکھنے کے لیے درختوں کو زیادہ اگانا چاہیے۔اسکول، گھر، کمرہ جماعت،اور ماحول کو کچرے سے پاک رکھنے پر کرم کے کیڑے اورزہریلے جانور نہیں آئیں گے۔صاف ستھرے مقامات دیکھنے کے لیے بہت اچھے ہوتے ہیں۔

کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ، پیر کو صاف دھولینا چاہیے۔ہاتھ کے ناخن کو نہیں بڑھانا چاہیے۔ناخن بڑھنے پر ان کے اندر مٹی جمع ہوکر ہم غذا کھاتے وقت اس کے ساتھ وہ ہمارے پیٹ میں داخل ہوجاتی ہے۔اس کے ذریعہ سے مختلف قسم کی بیماریاں لاحق ہوجاتی ہیں۔

ضرورت سے جہاں چاہے وہاں فارغ نہیں ہونا چاہیے۔اس سے بد بو پھیل کر بیماریاں آتی ہیں۔اس قسم کے نکات کو معلوم کر کے صفائی کو اہمیت دینا چاہیے۔

ہمارا ماحول صاف ستھرا رہا تو ہمارا ذہن بھی صاف ستھرا رہتا ہے۔صاف ذہن میں اچھے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔اچھے صحت مند انسان۔بیمار انسان ان کے اعضاء بتانے والے تصاویر کو کمرہ جماعت میں رکھنا چاہیے۔

طلبا کے مشاغل

کپڑوں ،جسم، کتابوں کو صاف ستھرا رکھ لینا چاہیے۔اپنی دستی کو خود دھولینا، جوتوں کو صاف کرنا اور پالش کر لینا،ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ اور پیروں کو صابن سے دھولینا چاہیے۔کھانا کھانے سے پہلے ہاتھوں کو دھولینا چاہیے۔کھانے کے بعد بچی کچی اشیا کو کچرے کی ٹوکری میں ڈالنا چاہیے۔پھلوں کو دھو کر کھانا چاہئے۔صاف ستھرے مقامات صحت مندی کی علامت ہیں۔

قول

اچھے صحت مند عادات ہماری قوت ذہانت کو بڑھا کر ہماری شخصیت کی پہچان کرواتی ہیں۔

8. احترام

I اہم اقدار	II ذیلی اقدار
رسم ورواج کا احترام	ماں باپ کا احترام

III متوقع نتائج / مقاصد

- والدین خدا کی دی ہوئی ایک عظیم نعمت ہیں، جانیں گے۔
- والدین کا احترام کرتے ہوئے ان کی خدمت کرنا۔

IV تمہید

ہندوستانی رسم رواج کے مطابق والدین کو غیر معمولی عزت و احترام حاصل ہے۔ضعیف والدین کی خدمت کرنے میں عبداللہ نامی شخص کا قصہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔بچپن میں ہمارے والدین ہماری بے انتہا دیکھ بھال کرتے ہیں۔ہم کو پالنے کے لیے کئی مصیبتیں اٹھاتے ہیں۔خود نہیں کھا کر ہم کو کھلاتے ہیں خود نہیں سو کر ہم کو میٹھی نیند سلاتے ہیں۔ہمارا مستقبل سنوارنے کے لئے کئی قسم کی تدابیر کرتے ہیں۔ہندوستان میں والدین کی جتنی قدر کی جاتی ہے کسی اور ملک میں اس کی مثال نہیں ملتی۔اسی خوبی سے شائد امریکہ کے صدر بارک اوباما ہندوستان کے دورے پر جب آئے تو ہمارے ملک کی تعریف کچھ اس طرح کی ''اس دنیا کو بھارت نے قدروں والی زندگی کے طور طریقے دے کر ایک اچھا فائدہ کیا ہے''

بچو! ہمارے ہندوستانی طرز زندگی میں والدین کی قدر و احترام کرتے ہوئے ان کی خدمت کرنے والے چند عظیم شخصیتوں کے نام بتائیے۔بہت اچھا کہے ان عظیم شخصیتوں میں عبداللہ نامی ایک شخص تھے۔آئیے ہم سب اس عبداللہ نامی شخص کا واقعہ سنیں گے۔

V - واقعہ

بہت زمانہ پہلے کی بات ہے کہ عبداللہ نام کے ایک شخص رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت زیادہ مال و دولت دیا تھا۔ جانور بھی بہت زیادہ ان کے پاس تھے۔ عبداللہ پانے والدین کی بہت خدمت کرتے تھے۔ ان کا معمول تھارات کو گھر واپس آ کر جانوروں کا دودھ نکالتے۔ پہلے اپنے والدین کو پلاتے پھر اپنی اولاد کو۔ ایک دن یہ دودھ نکال کر والدین کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ سو گئے۔ ہیں تو وہیں کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی نہ خود سوئے نہ اپنے بچوں کو دودھ پلایا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص آئے اور آ کر کہا کہ میں اپنے والدہ کو اپنی کمر پر بٹھا کر حج کروایا ہے۔ طواف کروایا ہے۔ کیا میں نے ماں کا حق ادا کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا تم جب ماں کے پیٹ میں تھے اور تمہاری وجہ سے تمہاری ماں کو جو تکلیف ہوتی اور تمہاری ماں نے جو آپ کہی تھی اس ایک آہ کا حق بھی ادا نہیں ہوا۔

والدین کی خدمت بہت ضروری چیز ہے ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے اور بات جنت کے بیچ کا دروازہ ہے۔

منظر-1:

رنگا پورم دیہات میں دھرمیا کو چار لڑکے ہیں۔ وہ محنت کر کے چاروں کو بڑے کرتے ہیں تعلیم یافتہ بناتے ہیں بڑے بڑے عہدے حاصل کرنے میں ان کی مدد کرتے ہیں۔ ان سب کی شادی کرواتے ہیں۔ وہ چار لڑکے شادی کے بعد نوکریاں اور کاروبار کی خاطر والدین کو چھوڑ کر دوسرے ممالک کو جا کر سکونت اختیار کر لیے۔ ضعیف والدین کو، ضعفاء کے آشرم میں شریک کروا کر ہر مہینہ کچھ رقم ان کو بھجوا رہے ہیں۔ بچوں سے دور ہوئے والدین اپنی تکالیف کو ظاہر کئے بغیر بچوں کے لیے اپنے دل میں محبت کو پوشیدہ رکھے ہوئے ہیں۔

VI- الف. غور کرنا رد عمل ظاہر کرنا

1. والدین کی عزت کیوں کرنا چاہیے؟ بتلایے۔
2. والدین کا احترام کرنے سے کیا مراد ہے؟
3. موجودہ سماج میں والدین کو کس طرح کا احتام حاصل ہو رہا ہے؟ کیا عبداللہ جیسے اشخاص ہیں؟
4. حسب بالا منظر میں والدین کو ضعفاء کے آشرم بھیج دیا گیا۔اس طرح کرنا کیا انصاف ہے؟ نہیں؟ کیوں؟

جانیے

انسان پیدائش سے پہلے ماں کے پیٹ میں پہلی سانس لیتا ہے۔ ماں کے خون سے ہی بڑھتا ہے۔ ماں نہیں تو انسان کی پیدائش کا تصور نہیں کر سکتے۔ ماں خود نہ کھا کر بچوں کو کھلاتی ہے۔ ان کی بھلائی کے لیے انتھک محنت کرتی ہے۔ بہت زیادہ ذمہ داری نبھاتی ہے۔

انسان کو سب سے پہلے ماں کی خدمت کرنا چاہئے۔عفو درگزر اور صبر کا دوسرا نام ماں ہے۔ ماں پانے جسم میں نو مہینے رکھ کر ہمارے جسم کی مکمل نشونما کرنے میں مدد دیتی ہے۔ ہماری پیدائش کے وقت اپنی زندگی کو جوکھم میں ڈالتی ہے۔

خدا کو نہیں جاننے والے جاندار رہ سکتے ہیں لیکن ماں کو نہیں جاننے والا جاندار نہیں رہتا۔ انسانوں میں ہی نہیں بلکہ جانوروں میں اپنی جان کو جوکھم میں ڈال کر بچوں کو جنم دینے والی ماوؤں کی محبت کی حد تمسنا ہی ہے۔ دنیا میں جتنے احسان کے کام کئے جا رہے ہیں ان سب میں زیادہ احسان کا کام جنم دینا ہے۔ ماں کے کئے ہوئے احسان کا کائی بدلہ نہیں ہے۔ کتنے بھی احسان کے کام کیجیے اس کا بدل ہو ہی نہیں سکتا۔اسی لیے احادیث میں بھی ماں کی خدمت کو اولین ترجیح دی گئی ہے۔اور اس کے بود باپ کی خدمت بتائی گئی ہے۔ ماں کے قدموں کے نیچے جنت اور بات جنت کے دروازوں میں بیچ کا دروازہ کہا گیا ہے۔

والد ہماری زندگی کو بہترین بنانے کے لئے ہمیشہ محنت کرتے ہیں اعلیٰ مقام پر رکھنے کیلیے کوشش کرتے ہیں۔ بچپن سے ہی ہماری انگلی تھام کر دنیا میں کس طرح زندگی گزارنا ہے سکھاتے ہوئے۔ ہمارے ڈالے ہوئے غلط قدموں کی تصیح کرتے ہوئے سیدھے راہ پر چلانے والا ہمدرد ہی باپ ہے۔لہذا بچو! ان کو ضعفاء کے آشرم بھیجنے کے خیال ترک کیجیے اور ہمیشہ ان کی خدمت کرنا ہی سعادتمندی سمجھئے۔

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

ماں کی دل شکنی کی ہرگز نہ حماقت کرنا
باپ کی تو نہ مشقت کو اکارت کرنا
ہوں وہ راضی تو تبھی ہوگا خدا بھی راضی
ان کا ناراض کریں یہ نہ جسارت کرنا

ب. جماعتی سرگرمی - گروہی مشغلہ

1. ماں باپ آپ کو پسند ہیں؟ کیوں؟
2. آپ ماں باپ کے کونسے کاموں میں مدد کرتے ہیں بتلایئے۔ آپ کو کس طرح خدمات انجام دیں گے لکھیے۔

ج. عمل کرنا - تجربات کا تبادلہ خیال کرنا

- والدین کی بات مانتے ہوئے ان کی سب کاموں میں مدد کیجیئے۔ ایک ہفتہ کے بعد وہ آپ کے ساتھ کئے جانے والے برتاؤ کو اور آپ کو حاصل ہونے والے تجربات کو بتلایئے۔

قول

9. گھر میں باغچہ کو اگائیں گے

I اہم اقدار

ماحول کے تحفظ میں مدد کرنا

II ذیلی اقدار

گھر میں باغچہ اگانے کی جستجو پیدا کرنا

ہر طالب علم کم سے کم ایک درخت اگائیں

III متوقع نتائج/ مقاصد

- گھر میں باغچہ اگانے کی جستجو پیدا کرنا
- گھر میں یا اسکلو کے ماحول میں ہر طالب علم درختوں کو اگانا اور اس کی حفاظت کرنا۔

IV تمہید

گھر کے باغچہ میں بالکونی میں یا اسکول کے احاطے میں ترکاریوں کو اگائیں تو؟ اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے؟ اس مہنگائی کے دور میں اس طرح آپ اپنی کچھ حد تک بچت کر سکتے ہیں۔ اسکول میں/ گھر میں ہی تازہ تازہ بھاجی ترکاری کھانے کو موقع ملتا ہے۔ ''ریڈی ٹو گرو' سے کیا مراد ہے؟ گھر کے باغچہ میں کس طرح باغ کو اگایا جاسکتا ہے۔ اسی سے متعلق نکات کو اب ہم بحث کریں گے۔

- بچو! گھر کے باغچہ کو اگانے سے آپ کیا مراد لیتے ہیں؟
- آپ کبھی گھر میں یا کہیں اور کیا ترکاری کے پودے اگائے ہین کون کونے پودے اگائے ہیں۔

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

V - واقعات

منظر-1:

آپ میں سے کتنے لوگ پودے اگانا چاہتے ہیں اور کیوں؟

ان پودوں کی افزائش کس طرح کی جائے آئے معلوم کریں۔

"Ready to grow" سے مراد افزائس کے لیے تیار ہیں۔اس میں ترکاریاں ، بھاجیوں کی افزائش کے لیے تمام ضروری انتظامات پائے جاتے ہیں۔ایک پیاکٹ خرید کر پانی ڈالنا ہی ہم کو کرنے کا کام ہے ایک تا ڈیڑھ مہینے کے اندر پیاکٹ میں پودے بڑے ہوکت ترکاریاں پیدا ہونا شروع ہوجاتا ہے۔کچن گارڈن کے مقصد کے تحت تیار شدہ اس منصوبہ میں کم سے کم جگہ،کم سے کم خرچ پر تازہ ترکاریوں کی پیداوار کرسکتے ہیں۔خاص طور پر تیار کیئے گئے پالیتھین کی تھیلیوں میں مصنوعی کھاد زرخیز مٹی اور بیجوں کو بھر کر تیار رکھتے ہیں۔ اس تھیلی کو خریدنے والے ہدایات کے مطابق 5 تا6 لیٹر پانی ڈالیں تو کافی ہے۔چار تا چھ ہفتے میں پودے بڑے ہوکر ترکاریاں پیدا کرنا شروع کردیتے ہیں۔ بھاجیوں کو تو اور کم وقت درکار رہتا ہے۔پانی ڈالنے کے دوسرے ہی لمحے اس تھیلی کے اوپری حصہ سے پودا بڑھنے کا موقع فراہم کرنے کے لیے تھیلی کھل جاتی ہے۔ابتدائی مرحلہ میں بھنڈی، کندوری، بنس، بیگن،کھیرا،ٹماٹر ترائی،کوتمیر، پالک پودینہ، کریا پات،میتھی کی بھاجی اور ہری مرچ کوفراہم کررہے ہیں۔

مندرجہ بالا ترکاریاں صحت کے لئے بہت اچھے ہیں۔ پودوں کومکمل مصنوعی کھاد کو استعمال کرنے سے بیماریوں کا ڈرنہیں ہے۔ کیمیائی اشیاء استعمال نہ کرنے سے گھر ،ماحول آلودہ نہیں ہوتا۔

پودوں کی افزائش کے لیے تھوڑی سی روشنی اور ہوا کافی ہے۔اپارٹمنٹ کے بالکونی میں پودوں کی افزائش کرسکتے ہیں۔زمین کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

ہم کھانے والے ترکاریاں صاف ستھری زمین میں افزائش پارہے ہیں امید نہیں ہے۔اس دوران بے انتہا کیمیائی ادویات کا چھڑکاؤ کیا جارہا ہے۔اس کی وجہ سے مختلف اقسام کی بیماریاں لاحق ہورہی ہیں۔مصنوعی پیداوار کی مدد سے ہم تازہ ترکاریوں کو کاٹ کر استعمال کرسکتے ہیں۔اس کی وجہ سے ضائع کرنا بچ جاتا ہے۔گھر میں افزائش کئے ہوئے ترکاریوں سے گھر میں پکا کر کھانے کا اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

منظر-2:

آصف ایک آم کے پودے کو گھر میں لگانا چاہتا ہے اس نے کچھ اس طرح کیا

☆ زمین کو کچا کیا

☆ گڑھا کھودا، پودے کو گڑھے میں رکھا، اچھی مٹی ڈالی

☆ روز پانی ڈالا

☆ حفاظت کے لیے اطراف جالی بنائی۔

☆ آم کے پودے سے کونپل نکلنا شروع ہوئے۔

☆ چند مہینوں میں پودا بڑا ہو گیا۔

آپ کے باغیچہ میں پودوں سے کونپل نکلتا ہے، پھل ہوتا ہے، پھلوں کیسے ہونے کا مشاہدہ کیجیے۔آپ نے کیا غور کیا بتلایئے۔

VI- الف. غور کرنا رد عمل ظاہر کرنا

1. بچو! آپ کو گھر کے باغیچہ سے کیا سمجھ میں آیا بتلایئے۔
2. گھر کے باغیچہ کی افزائش کے لیے کون کونسی چیزیں ضروری ہیں۔
3. گھر کے باغیچہ کی افزائش سے ہونے والے فوائد کیا ہیں۔
4. شہروں میں اپارٹمنٹ ہوتے ہیں۔کیا وہاں پر پودے اگانا ممکن ہے؟

جانیے

ہمارا گھر ہرا بھرا دکھائی دے تو کتنا اچھا لگتا ہے۔ ہرے پودوں کو صبح اٹھتے ہی دیکھنے سے آنکھوں کو بہت آرام پہنچتا ہے۔ رنگ برنگے پھول تازہ بو پھیلانے سے دل کو سکون حاصل ہوتا ہے۔اسی طرح ہمارے گھر کے باغیچہ میں تازہ ترکاریاں مہیا ہوں تو اس سے ہم کو صحت اور آمدنی دو حاصل ہوتے ہیں یہ مد حاصل کرنا ہے۔تو ہم کو دلچسپی اور تھوڑا سا وقت اس کے لیے نکالنا چاہیے۔

پودوں کی افزائش کرنے کے لیے تھوڑی سی جگہ چاہیے۔جستجو ہونا چاہیے۔اس زمانے میں جگہ نہ ہونے کے باوجود گھروں میں ہی کنڈیاں رکھ کر پودوں کی افزائش کر رہے ہیں۔اگر دل لھائیں تو پودوں کی کہیں بھی افزائش کر سکتے ہیں۔ پودوں کی افزائش ہمارے لیے ایک عبادت کی طرح ہے۔ جہاں بھی خالی جگہ دکھائی دے وہاں پودوں کو بونے کی خواہش پیدا ہونا۔ ہمارے لیے ہی نہیں دوسروں کے لیے بھی ہم کرنے والے کام کا فائدہ ہونا چاہیے۔اسی لیے۔''ونا مہا اتسوم'' کے نام سے پودوں کو اگانے کا کام کیا جا رہا ہے۔

ہمارے اسکول میں پودوں کو اگانے سے اسکول لہلہاتا ہے۔ ہمارے گاؤں میں راستے کے دونوں جانب درخت لگانے سے سب کو چھاؤں حاصل ہوتی ہے۔اس طرح پودوں کا لگانا ہماری ذمہداری سمجھنا چاہیے۔

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

ب.   جماعتی سرگرمی - گروہی مشغلہ

1. بچو! گھر کے باغچہ کے پھول، پھل ترکاریاں باہر ہونے والے پھولوں، پھلوں اور ترکاریوں کے درمیان پائے جانے والے صحت کے لحاظ سے فرق کو بتلائیے۔

بازار کی ترکاریاں	گھر کے باغچہ کی ترکاریاں

2. گھر کے باغچہ میں افزائش کے قابل اور افزائش کے ناقابل ترکاریاں کونسی ہیں لکھئے۔

ج.   عمل کرنا - تجربات کا تبادلہ خیال کرنا

1) گھر کے باغچہ میں پودوں کو بوکر افزائش کیجیے۔اس طرح افزائش کرنے سے آپ کو حاصل ہونے والے تجربہ کو بتائیے۔

2) آپ کے گھر کے خالی جگہ میں یا کنڈیوں میں کسی ترکاری کے پودوں کی افزائش کیجیے۔اس کو استعمال کرنے کے بعد حاصل ہونے والے تجربہ کو سب کو بیان کیجیے۔

قدرت سے محبت - دعا

ہم سب قدرت کی گود میں زندگی گزار رہے ہیں۔قدرت سے مراد درخت، پہاڑ، دریا، سمندر، پرندے، جانور، حشرات وغیرہ۔ اس قدرت کا ہم ایک حصہ ہیں۔اوپر بیان کردی تمام ہم کو زندگی گزارنے میں بہر مدد کررہے ہیں۔قدرتی ماحول میں پرندے خوبصورتی دیتے ہیں۔ پرندوں کا سہارا جھاڑ ہیں۔ پرندوں کا ہی نہیں بلکہ تمام جانداروں کا سہارا جھاڑ ہیں۔اس کے ذریعہ ہم کو زندگی کی سانس ملتی ہے۔پھل، پھول، لکڑی اور دوائیاں وغیرہ درخت ہی فراہم کرتے ہیں۔اسی طرح ندیاں، پہاڑ سب ہم کو بہت مدد دیتے ہیں۔

قدرتی ماحول کی ہم حفاظت کریں گے تو ہم آرام سے زندگی گزار سکتے ہیں۔قدرت ہم کو بہت ہی سکون اور خوشگوار ماحول دیتی ہے۔قدرت سے ہم کو نہ ٹوٹنے والا تعلق ہے۔اسی لیے قدیم زمانے کے لوگ ونا مہا اتسا ولو سیر و تفریح کیا کرتے تھے۔اس موقع پر ہم سب جنگلوں کو جاکر وہیں وقت گزار کر ان کی اہمیت جان سکیں گے۔آج درخت کم ہوتے جا رہے ہیں۔ہم سب درختوں کو بونا چاہیے۔ بڑوں کا کہا ہے کہ اگر ہم درختوں کی حفاظت کریں گے تو وہ ہماری حفاظت کریں گے۔بارش برسنے کے لیے قدرتی ماحول کا تحفظ ہوتا ہے۔تو درخت بہت اہم ہیں۔ہمارے گھر کے اطراف درختون کی افزائش کرنے سے اچھی ہوا، ٹھنڈک اور گھر کو خوبصورتی ملتی ہے۔

قدرت سے ہم کو کئی فائدے ہیں۔اس لئے ہم قدرتی ماحول کے لیے دعا کرنا چاہیے۔حفاظت کرنا چاہیے۔قدرت سے محبت کو بڑھانا چاہیے۔

قول

درخت ہی ہیں نا سمجھ کر لا پرواہی مت کر۔
وہی ہم کو زندہ رہنے کے لیے سہارا بن رہے ہیں بھولنا نہیں چاہیے۔

10. بلاخوف کے بات کریں گے

I اہم اقدار

سائنسی رجحان

II ذیلی اقدار

بلاخوف حقیقت کو بتانا

III متوقع نتائج/ مقاصد

- حقیقت کو بلاخوف وخطر کہنے کی عادت کو گروغ ہوگا۔

IV تمہید

ہم سے بہت سے انسان حقیقت کو بتانے سے خوف کھاتے ہیں۔ بلاخوف بات کرنا انسان کی ایک اچھی صفت ہے۔اس طرح کے انسانوں سے سماج کو فائدہ ہوتا ہے۔حقیقت کو بلاخوف نہ کہنا چھپا کرر کھنے سے نقصانات ہوتے ہیں۔ بلاخوف حقیقت کو ظاہر کرنے والے مزاج کو ابھارنا ہی اس سبق کا اہم مقصد ہے۔

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

V - واقعات

واقعہ-1:

ہم زمین کو دیکھتے ہیں تو اس کو جتنا دور تک دیکھیں گے مسطح دکھائی دیتی ہے اس خیال کو قدیم زمانے میں مذہبی رہنما بھی مانتے تھے۔ان ہی دنوں میں گیلیلو نامی سائنسداں نے اپنے مشاہدوں کے ذریعہ کہا کہ زمین مسطح نہیں بلکہ گول ہے۔تجربات کے ذریعہ اس نے لوگوں کو یہ ثابت بھی کر کے بتلایا۔تمام لوگ گیلیلو کو بے وقوف سمجھ کر اس پر ہنسنے لگے اور اس کا مذاق اڑانے لگے۔صرف عوام کو ہی نہیں بلکہ یہ بات چرچ کے رہنماؤں کو بھی معلوم ہوئی، چرچ نے کہا کہ تم اپنی باتوں سے عوام کو مراہ کرر ہے ہو زمین چپٹی ہے اور تم ہو کہ اسے گول کہہ رہے ہو اور عوام کو گمراہ کرر ہے ہو۔تم جو کہہ رہے ہو وہ غلط ہے اس بات کو مان لو ورنہ تم کو سزا کے طور پر یہ زہر پلا یا جائے گا۔اگر آپ مجھے سزا بھی دے دیں تب بھی میں صحیح کو غلط نہیں کہہ سکتا۔حقیقت آج نہیں تو کل آپ کے سامنے آ ہی جائے گی،آپ کے نہ ماننے سے حقیقت بدل نہیں جائے گی۔

واقعہ-2:

گیلیلو کی طرح کوپرنکس سائنسداں نے اپنے مشاہدات کے ذریعہ کہا کہ زمین سورج کے اطراف گردش کرتی ہے۔کوئی بھی اس کی باتوں پر یقین نہیں کئے۔صحیح نہیں ہے وہ پاگل ہے کہہ کر نظر انداز کردے۔ہم روزانہ دیکھ ہی رہے ہیں سورج مشرق سے طلوع ہو کر مغرب میں غروب ہوتا ہے۔زمین حرکت کئے بغیر وہیں پر قائم رہتی سورج حرکت کرتا ہے یہ اتنا صاف معلوم ہو رہا ہے تو سورج کے اطراف زمین کا گردش کرنا کیا ہے کہہ کر مذہبی رہنماؤں نے کوپرنکس سے سوال کیا کوپرنکس نے سمجھانے کی کوشش کی لیکن انھوں نے نہیں سنا۔سزا دیں گے کہہ کر قید خانہ میں ڈال دیا پھر بھی کوپرنکس نے اپنے یقین کردہ نظریہ کو پیش کیا۔وہی آج صحیح ثابت ہوا۔

VI- الف. غور کرنا رد عمل ظاہر کرنا

1. مندرجہ بالا دونوں واقعات کو آپ نے سنا ہے،اپنا خیال ظاہر کیجیے۔
2. ہم مصیبت آئے یا نقصان ہو کیا آپ حقیقت کو چھپانا صحیح سمجھ رہے ہیں۔
3. آپ کے مشاہدہ کردہ حقیقتوں کو کس کو ظاہر کئے۔اس سے کیا ہوا؟
4. کیا آپ کے ذریعہ حقیقتوں کو چھپائے گئے مواقع ہیں؟ کب کب؟ کیوں؟
5. گیلیلو اور کوپرنکس کے یقین کردہ نظریات آج حقیقت بن گئے ہیں۔اگر وہ لوگ اس طرح نہیں کہتے تو کیا ہوتا؟

جانیے

بلاخوف بات کرنا انسان کی ایک اچھی خاصیت ہے۔حقیقت سے متعلق بات کرنا ہوتو ہمت ہونا چاہیے۔اسی طرح حقیقت کو چھپانے سے غیر ضروری غلط معنی نکلنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ایک بیمار شخص اپنے بیماری کے علامتوں کو بیماری آنے کے وجوہات کو ڈاکٹر سے خوف کھا کر چھپانے سے نقصان کس کا ہوتا ہے؟ ڈاکٹر صحیح فیصلہ نہیں کرسکتا۔ایک کے بجائے دوسری دوا لکھ سکتا ہے۔اس طرح کچھ بھی ہوسکتا ہے۔وہاں پر حقیقت کو بتانا ضروری ہوتا ہے۔اسی طرح ہماری آنکھوں کے سامنے ایک حادثہ پیش آتا ہے جس میں کسی منسٹر یا بڑے عہدیدار کے بیٹے نے کسی کو زخمی کردیا کیا ہم منسٹر یا اس بڑے عہدیدار کے خوف سے اس حقیقت کو چھپالیں گے، کیا اس سے اس زخمی شخص کے ساتھ انصاف ہوگا؟ نہیں۔دراصل حقیقت کے بارے میں بات نہیں کرنا اتنا ہی غلط ہے جتنا کہ حقیقت کو چھپانا۔

بلاخوف بات کرنے کی عادت ہر ایک ہونا چاہیے۔اس کی عادت بچپن ہی سے ہو، ایسے انسانوں سے سماج میں بہتری آئے گی۔ اس طرح کے انسان مشاہد کرتے ہیں، حقیقت کو ظاہر کرنے کے لیے بہت ساری تکالیف برداشت کرنا ہوگا۔سائنسی رجحان انسانوں میں حقیقت کو ہمت سے ظاہر کرنا ایک اہم خاصیت ہے۔اس خاصیت کے پائے جانے والے انسانوں کے ذریعہ سماج کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔

ب. جماعتی سرگرمی - گروہی مشغلہ

1. کیا آپ نے بھی کبھی بلاخوف بات کی ہے؟ ان مواقعوں کو لکھئے۔اسی طرح خوف سے چھپائے گئے مواقعوں کو بھی لکھئے۔

ج. عمل کرنا - تجربات کا تبادلہ خیال کرنا

بچو! ایک ہفتہ تک آپ گھر میں باہر، اسکول میں منوعن حقیقت پر مبنی بات کیجیے۔آپ کے تجربات و بیان کیجیے۔

قول

سوچنا مسئلہ کے حل کی بنیاد ہے
ہمارا خوف ہی ہماری شکست ہے
ہماری ہمت ہی ہماری کامیابی ہے
اندھادھند کسی پر بھی بھروسہ نہیں کرنا چاہیے
سوچ کر خود فیصلہ کریں

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

11. سب مساوی

I اہم اقدار
انصاف

II ذیلی اقدار
مساوی مواقع حاصل ہونا

III متوقع نتائج / مقاصد

- سب کو مساوی مواقع فراہم کرنا اس بات کو جانیں گے

IV تمہید

تمام انسان مساوی ہیں۔اس میں زیادہ اور کم کا امتیاز نہیں ہونا چاہیے۔تمام معاملات میں سب کو یکساں نظر سے دیکھنا،س کو مساوی مواقع فراہم کرنا چاہیے۔مساوات ایک قدر ہے۔ مساوات کا خیال ہوتو ہی سب کو مساوی مواقع فراہم کرنا اور حاصل کرنا ہوتا ہے۔ ہماری نجی زندگی میں مساوی مواقع حاصل نہ ہونے پر امتیاز کا شکار ہوتے ہوئے بعض مواقعوں پر دیکھتے رہتے ہیں۔درجہ ذیل واقعات کو دیکھئے ہم کو کیا کرنا چاہئے۔

V - واقعات

واقعہ-1:

رفیعہ کے گھر میں اس کے ساتھ اس کے بھائی، ماں، والد، نانا اور دادا رہتے ہیں۔ رفیعہ اس کے بھائی سے بھی اچھا پڑھتی ہے۔لیکن رفیعہ کے دادا نے کہا اب تک رفیعہ نے جو تعلیم حاصل کی وہ کافی ہے۔لڑکی تعلیم حاصل کر کے کس کو پالنا ہے۔شادی کر کے چلی جاتی ہے۔پنجم جماعت تک پڑھی یہ کافی ہے۔ بے چاری رفیعہ کو اچھی تعلیم حاصل کر کے ٹیچر بننا اس کی خواہش ہے۔رفیعہ نے کہا ویسا نہیں دادا جان میں بھی بھیا کی طرح اعلیٰ تعلیم حاصل کروں گی۔

واقعہ-2:

راجا نگرم میں اسکول میں پڑھنے والے بچوں کے ساتھ ترک تعلیم کرنے والے بچے بھی ہیں۔ بابر ایک دن اسکول کو جارہا ہے، راستہ میں ایک چائے کی ہوٹل میں اپنی عمر کا ہی ایک لڑکا چائے تقسیم کرتے ہوئے دکھائی دیا۔ بابر نے اس کے والد سے پوچھا ابو! وہ لڑکا بھی میری عمر کا ہے،لیکن میں تعلیم حاصل کرنے کے بجائے کام کر رہا ہے، کیوں؟ بری بات ہے نا، ابو! اس کے ساتھ مل کر تعلیم حاصل کرنے کی بجائے اس طرح کام کرنا تکلیف دہ ہے۔کہا

واقعہ-3:

اس دن اسکول میں گانے کا مقابلے منعقد کئے جارہے ہیں۔سمیہ نے کہا کون کون گان گائیں نام لکھوائیں عام طور پر ہمیشہ گانے والوں نے اپنا نام لکھوایا۔اس وقت میں بھی گانا گاوں گی کہہ کر سمیرہ سامنے آئی۔ارے! تم کو گانا کہاں آتا ہے۔تم نام لکھونا کیا ہے۔ کہہ کر سب ہنسنے ۔میں بھی کانے کا نا سیکھ چکی ہوں میں بھی گاوں گی آپ ہی دیکھئے میں کس طرح گاتی ہوں سمیرہ نے آہستہ سے کہا۔

VI- الف. غور کرنا رد عمل ظاہر کرنا

1. دادا جان کے مطابق لڑکیوں کی تعلیم ضروری نہیں ہے۔کیا یہ صحیح ہے؟
2. گھر میں لڑکوں کو تعلیم دلانا اور لڑکیوں کو محروم رکھنا کیا یہ صحیح ہے؟
3. سب بچوں کو ہر میدان میں موقع فراہم کرنا چاہیے۔آپ کیا کہتے ہیں؟
4. آپ کی جماعت میں تمام بچوں کو ہر سہولت دستیاب ہے؟ وجوہات بتلایئے۔

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

جانیے

زمین پر موجود تمام جانداروں کو قدرت ہر چیز فراہم کرتی ہے۔ سورج تمام علاقوں میں روشنی پھیلاتا ہے۔ سورج کے پاس دولتمند، غریب، چھوٹا، بڑا، مذہب اور ذات کا فرق نہیں ہے۔ روشنی پھیلانے میں قدرت میں موجود تمام جانداروں کو یعنی جانور، پودے انسان تمام مساوی ہیں۔ اس طرح ہوا، پانی، بارش بھی ویسے ہی ہیں۔ لیکن انسانوں میں یہ عدم مساوات میں بڑا خود غرضی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

امتیاز کا ماحول لڑکیوں کو مساوی نہ دیکھنا۔ بڑی ذات اور چھوٹی ذات کہہ کر دیکھنا تعلیم یافتی افراد کو ایک نظر سے اور غیر تعلیم یافتہ اگراد کو دوسری نگاہ سے دیکھنا، بڑا عہدہ رکھنے والے کو اور چھوٹا عہدہ رکھنے والوں کا احترام الگ الگ کرنا۔ امیر اور غریب کو امتیاز کے ساتھ دیکھنا جیسے حالات آج کل بہت زیادہ ہوگئے ہیں۔ یہ اسی طرح جاری رہنے سے سماج میں بدامنی پھیل کر غداری، ناانصافی قدم قدم پر حکومت کرتے ہوئے سماج کی بھلائی کو بگاڑ دیتی ہے۔

اس لئے انسانوں کے درمیان دوسرے جانداروں کی زندگی کے بارے میں یکساں نظر کا ہونا ضروری ہے۔

ب. جماعتی سرگرمی - گروہی مشغلہ

1. لڑکیوں اور لڑکوں میں امتیاز پائے جانے والے مواقع کونسے ہیں۔ بحث کر کے لکھیے۔
2. آپ کی جماعت میں تمام معاملات میں یکساں مواقع کہاں فراہم کئے جارہے ہیں اور کہاں نہیں لکھیے۔

ج. عمل کرنا - تجربات کا تبادلہ خیال کرنا

- آپ کے گھر میں پڑوس کے خاندان کے گھروں میں ان کے بچوں کو یکساں طور پر دیکھ رہے ہیں مشاہدہ کیجئے۔ کن معاملات میں یکساں دیکھ رہے ہیں اور کن معاملات میں یکساں نہیں دیکھ رہے ہیں۔ لکھئے۔

قول

سب کو سب مواقع فراہم کرنے پر ہی سب آگے بڑھیں گے۔
مواقع سب کو مساوی حاصل ہونے پر وپ حاسل کرنے کے لیے آگے بڑھنے کی صلاحیت ہونا چاہیے۔

12. مدد کریں گے

I اہم اقدار

امن کے ساتھ مل جل کر رہنا

II ذیلی اقدار

دوسروں کے تئیں مہربانی اور رحمدلی رکھنا

III متوقع نتائج/ مقاصد

- دوسروں سے مہربانی اور رحمدلی سے پیش آنے پر دل کو سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ جانیں گے۔

IV تمہید

ہمارے اطراف پائے جانے والے سماج میں کسی کو کسی موقع پر تکلیف اور مصیبت آتی رہتی ہے۔ ان کو دیکھ کر اندازہ کئے بغیر ہمدردی سے مہربانی سے ان کی مدد کرنا ان کی ہمت افزائی کرنا۔ اس طرح کا ایک ہمدرد بچہ نے جو کیا ہے معلوم کریں گے۔

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

V - مناظر

منظر-1:

ایک بچہ اسکول میں پڑھنے کے لیے روزانہ پیدل جایا کرتا تھا۔ اپنے راستہ میں بازو درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی بڑھیا کو دیکھا۔ وہ اٹھنے کی حالت میں نہیں ہے۔ خود کی ضرورت کی غذا حاصل کرنے کے لیے بھی حرکت کرنے کے قابل نہیں ہے۔ روز آتے جاتے وہ لڑکا اس بڑھیا کو غور کرتے ہوئے جاتا تھا۔ ''بے چاری وہ بڑھیا کیا کھاتی ہوگی؟ اس کو غذا کون فراہم کر رہا ہوگا؟'' اس سوچ میں گم وہ لڑکا اپنے گھر کی طرف جارہا تھا۔ اگلے دن اس لڑکے نے بڑھیا سے بات کرنے کا ارادہ کیا، اگلے روز وہ بڑھیا کے قریب گیا اور پوچھا ''کیا اماں تم کھانا کھاو گی'' بڑھیا نے سر ہلاتے ہوئے کہا '' کھاوں گی'' فوری بچے نے اپنا ٹفن اس بڑھیا کے آگے بڑھا دیا، اس دن دوپہر وہ بھوکا ہی رہا۔ اس کے بعد سے وہ ہر روز بڑھیا کے لیے کھانا لانے لگا۔ بڑھیا روز اس بچے کا لایا ہوا کھانا کھاتی اور لڑکے کو دعا دیتی۔ لڑکا اپنے حق میں اس کی دعا سن کر بہت خوش ہوتا۔

ایک رات کو بھیانک طوفان آیا۔ زیادہ بارش کی وجہ سے بچہ اس دن اسکول نہیں جا سکا گھر ہی میں رہ گیا۔ لیکن اس کا دل اس بڑھیا کے خیال سے تڑپ رہا تھا۔ اس دن وہ اسی فکر میں تھا۔ اتنی زیادہ بارش میں بے چاری بڑھیا کیسی ہوگی اس کو کھانا کون دے گا یہ سوچ کر وہ غم زدہ ہوگیا۔ کچھ دن بعد بارش کم ہوئی۔ تیسرے دن وہ اسکول گیا۔ اس بڑھیا سے ملنے کے لیے اس نے اپنے قدم تیزی سے اس جگہ کے لیے بڑھائے لیکن جب وہ وہاں پہنچا تو دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ افسوس اور غم کے عالم میں وہ اسی جگہ سے وہ اپنے گھر واپس لوٹ گیا۔

وہ بچہ کوئی اور نہیں بلکہ نیتا جی سبھاش چندر بوس تھے۔

منظر-2:

ایک لڑکی ایک دن اسکول سے گھر واپس آتے وقت راستہ میں ایک حادثہ دیکھا۔ اس کو دیکھ کر اس کا دل بہت زیادہ بے چین ہوگیا۔ سڑک کے ایک کنارے سوئے ہوئے ایک چھوٹے کتے کے بچے کے پیر سے ایک موٹر کار گذر گئی۔ بے چارہ کتے کا بچہ اپنی زخمی ٹانگ اٹھائے درد سے چیختے چلاتے ادھر ادھر چکر لگا رہا تھا۔ اس کے زخم سے خون بہہ رہا تھا۔ کسی نے بھی اس زخمی کتے کی طرف توجہ نہ دی ہر کوئی اپنے کام میں مصروف تھا، ہر کوئی اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا۔ اس لڑکی نے زخمی کتے کی یہ حالت دیکھی تو اس کے دل میں رحم آ گیا، اس نے فوراً اس کتے کو اپنی گود میں اٹھایا اور اپنی دستی اس کے زخمی پیر پر باندھ کر جانوروں کے ڈاکٹر کے پاس لے گئی اس کا علاج کروایا۔

وہ لڑکی کوئی اور نہیں بلکہ مدر ٹریسا تھیں۔

VI- الف. غور کرنا رد عمل ظاہر کرنا

1. پہلے منظر میں لڑکا کیوں بڑھیا کی مدد کرنا چاہتا تھا۔
2. درخت کے نیچے بڑھیا کے نہ ملنے پر وہ کیوں افسردہ ہو گیا؟
3. دوسرے منظر میں اس لڑکی کا کتے کے بچے کا مدد کرنا آپ کی نظروں میں صحیح ہے؟ کیوں؟
4. مصیبت زدہ لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور شفقت سے رہنا چاہیے، اس طرح رہنے کا کیا مطلب ہے؟

جانیے

مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرنا، پڑوسیوں کی مدد کرنا، انسانی جذبہ کے ساتھ برتاؤ جربا۔ تمام لڑکے اور لڑکیاں عادت بنا لینا چاہیے۔ پڑوسی سے مراد صرف انسان ہی نہیں، جانور، پرندے اور ہمارے اطراف پائے جانے والے تمام جاندار ہیں۔ وہ بھی ہمارے ساتھ مساوی زندگی گذار رہے ہیں۔ ان کی ضرورت ہم کو ہے۔ ہماری ضرورت ان کو۔ لہٰذا ان کو بھی ہمارے ساتھ آزادی سے زندگی گزارنے کا حق دینا ہے۔ ان کے لیے غذا کی فراہمی ہماری ذمہ داری ہے۔

اکثر انسان جنگلی جانوروں کو، پرندوں کو تکلیف دیتے رہتے ہیں، ایک بار سوچیے ہم اس طرح کرنے سے وہ کتنے غمزدہ ہوں گے۔ ساتھیوں سے، جانوروں سے مہربانی اور رحمدلی سے پیش آنا چاہیے۔ کئی لوگ مصیبت میں مبتلا ہیں حسب استطاعت کی مدد کرنی چاہیے۔ اگر ہر کوئی خود غرض ہو جائے گا تو اس سماج کا حال بہت برا ہو جائے گا۔

یتیم، یسیر، بیماروں، سماج سے دھتکارے ہوئے انسانوں کا سہارا بنے بابا آمٹے اور مدر ٹریسا جیسی روشن مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ ان عظیم لوگوں کی محنت کو ہمیشہ یاد رکھیں، اپنے ساتھیوں کی مدد کرتے رہیں۔

ب. جماعتی سرگرمی - گروہی مشغلہ

1. کن کن موقعوں پر لوگوں نے آپ کی مدد کی، اس وقت آپ کو کیسا لگا؟
2. آپ نے دوسروں کی مدد کب کب کی، اس وقت آپ کو کیسا لگا؟

ج. عمل کرنا - تجربات کا تبادلہ خیال کرنا

- دوسروں کی مدد کرنے سے آپ کے دل کو کتنی خوشی حاصل ہوتی ہے آپ محسوس کریں گے۔ اس ہفتہ اپنے خاندان کے افراد، ساتھیوں، جانوروں کے ساتھ یا پرندوں کے ساتھ ہمدردی و شفقت کا برتاؤ کیجیے اور اپنے تاثرات بیان کیجیے۔

قول

دوسروں کے تئیں ہماری ہمدردی محبت و رحم دلی ان کے زندگیوں میں زندگی کی امید، شکر گزاری کے جذبہ کو فروغ دیتی ہے۔

حمد

پرودگار عالم تیرا ہی ہے سہارا
تیرے سوا جہاں میں کوئی نہیں ہمارا
کشتی نوحؑ کو تونے طوفان سے بچایا
دنیا میں تو ہمیشہ بندوں کے کام آیا
مانگی خلیل نے جب تجھ سے مدد خدایا
آتش کو تونے فوراً اک گلستاں بنایا
ہر التجا نے تیری رحمت کو ہے ابھارا
پروردگارعالم تیرا ہی ہے سہارا
یونسؑ کو تونے مچھلی کے پیٹ سے نکالا
تونے ہی مشکلوں میں ایوبؑ کو سنبھالا
الیاس پر کرم کا تونے کیا اجالا
ہے دو جہاں میں یارب تیرا ہی بول بالا
تونے مدد الٰہی بگڑی کو ہے سنوارا
پروردگارعالم تیرا ہی ہے سہارا
یوسفؑ کو تو نے مولیٰ دی قید سے رہائی
یعقوبؑ کو دوبارہ شکل پسر دکھائی
موسیٰؑ کے حق میں تونے دریا میں راہ بنائی
تونے صلیب پر بھی عیسیٰؑ کی جاں بچائی
داتا تیرے کرم کا کوئی نہیں کنارہ
پروردگارعالم تیرا ہی ہے سہارا

(اختر رومانی)

نعت

نعت اُس نبی کی جس نے پیغامِ حق سنایا
انسانیت کا رستہ انسان کو دکھایا
ماں باپ جس سے کوش ہوں وہ راہ بھی بتائی
جس سے خدا ہو راضی وہ گر ہمیں سکھایا
نور اُس کا سب سے پہلے پیدا کیا خدا نے
بزمِ جہاں میں لیکن آخر میں سب سے آیا
ہر آدمی پہ کھولا محنت کا راز اُس نے
جو سو رہے تھے غافل آکر انھیں جگایا
شعلے بھڑک رہے تھے دنیا میں کفر و شر کے
انساں کو اُس نے آکر اس آگ سے بچایا
پھیلیں جہاں میں ہر سو توحید کی شعاعیں
مشرق بھی جگمگایا مغرب بھی جگمگایا

(محشر رسول نگری)

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

خدا کو ناپسند ہے

ذرا بھی جھوٹ بولنا — خدا کو ناپسند ہے
کمی کے ساتھ تولنا — خدا کو ناپسند ہے
کسی کے عیب کھولنا — خدا کو ناپسند ہے
برائیاں ٹٹولنا — خدا کو ناپسند ہے

دلوں میں دشمنی رہے — خدا کو ناپسند ہے
یہ دشمنی بنی رہے — خدا کو ناپسند ہے
ہر ایک سے ٹھنی رہے — خدا کو ناپسند ہے
برائیاں ٹٹولنا — خدا کو ناپسند ہے

یہ لوٹ، مار دھاڑ یہ — خدا کو ناپسند ہے
ہر آن چھیڑ چھاڑ یہ — خدا کو ناپسند ہے
فساد یہ بگاڑ یہ — خدا کو ناپسند ہے
برائیاں ٹٹولنا — خدا کو ناپسند ہے

بدوں کے سر پہ تاج ہو — خدا کو ناپسند ہے
برائیوں کو راج ہو — خدا کو ناپسند ہے
حیا نہ ہو، نہ لاج ہو — خدا کو ناپسند ہے
برائیاں ٹٹولنا — خدا کو ناپسند ہے

مائل خیر آبادی

بولوتو سچ ہی بولو

بابا! سچ پر قائم رہنا   سچائی ہے تیرا گہنا
باتوں کا کیا کہنا   سچی بات انمول
بابا! بول تو سچ ہی بول

یہ جو زبان اللہ نے دی ہے   سچ ہی کہنے کو بخشی ہے
اس کی ذمہ داری بھی ہے   دیکھ، زباں جب کھول
بابا! بول تو سچ ہی بول

جب کوئی تجھ سے کچھ پوچھے   جو دیکھا بھالا ہو تو نے
بے کھٹکے ہو کر سب کہہ دے   مت کر ٹال مٹول
بابا! بول تو سچ ہی بول

جھوٹا باتیں لاکھ بنائے   پھر بھی اپنے منہ کی کھائے
چاہے کتنا جھوٹ چھپائے   کھل کر ہی رہتا ہے پول
بابا! بول تو سچ ہی بول

مائل خیر آبادی

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

ہمارا وطن

ہے جنت کا ٹکڑا ہمارا وطن
سہانا سہانا ہے سارا وطن
ہمارا وطن، پیارا پیارا وطن

پہاڑ اس کے ہیں جاں فزا کس قدر
سمے اس کے ہیں خوش نما کس قدر
ہے جنت کا گویا نظارا وطن
ہمارا وطن، پیارا پیارا وطن

یہ سر سبز جنگل لہکتے ہوئے
یہ باغوں کے منظر مہکتے ہوئے
خوشی سے ہے بھر پور سارا وطن
ہمارا وطن، پیارا پیارا وطن

(اختر شیرانی)

مسلم بچوں کا ترانہ

ہم مسلم بچے، مسلم بچے، مسلم بچے ہیں
ہم بات کے سچے، بات کے سچے، بات کے سچے ہیں

ہم خطروں کو خاطر میں کبھی
لاتے ہی نہیں، لاتے ہی نہیں
ہم حرصِ و ہوا کے پھندے میں
آتے ہی نہیں، آتے ہی نہیں

ہم دل پر میل نہیں لاتے
خوش رہتے ہیں، خوش رہتے ہیں
ہم ہنس ہنس کر، ہم ہنس ہنس کر
دکھ سہتے ہیں، دکھ سہتے ہیں

ہم کوہ سے بھی ٹکراتے ہیں
ہم شیر سے بھی لڑ جاتے ہیں
وہ پوری ہو کر رہتی ہے
جس بات پہ ہم اَڑ جاتے ہیں

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

دکھ درد میں سب کے کام آنا
خدمت کرنا، خدمت کرنا
ہے کام ہمارا سب کی خاطر
خوش ہو ہو کر دکھ بھرنا

سختی سے نہیں گھبراتے ہم
محنت سے نہیں کتراتے ہم
دولت سے نہیں اِتراتے ہم
ہیں کام میں راحت پاتے ہم

ہم مسلم ہیں، ہم مسلم ہیں
اسلام کے ہم شیدائی ہیں
کچھ فرق نہیں نیر ہم میں
آپس میں بھائی بھائی ہیں

شفیع الدین نیّر

سچ کہو

سچ کہو سچ کہو ہمیشہ سچ
ہے بھلے مانسوں کا پیشہ سچ
سچ کہو گے تو تم رہو گے عزیز
سچ تو یہ ہے کہ سچ ہے اچھی چیز
فکر سے پاک، رنج سے آزاد
سچ کہو گے تو تم رہو گے شاد
سچ ہے سارے معاملوں کی جان
سچ سے رہتا ہے دل کو اطمینان
سچ میں راحت ہے اور آسانی
سچ سے ہوتی نہیں پشیمانی
سچ ہے دنیا میں نیکیوں کی جڑ
سچ نہ ہو تو جہاں جاتے اُجڑ
سچ کہو گے تو دل رہے کا صاف
سچ کرادے گا سب قصور معاف
جس کو سچ بولنے کی عادت ہے
وہ بڑا نیک با سعادت ہے
ہے برا جھوٹ بولنے والا
آپ کرتا ہے اپنا منہ کالا
فائدہ اس کو کچھ نہ دیگا جھوٹ
جائے گا ایک روز بھانڈا پھوٹ

(محمد اسماعیل میرٹھی)

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

تاریکیاں جہاں سے مٹاتے ہوئے چلو

تاریکیاں جہاں سے مٹاتے ہوئے چلو
اب زندگی کو نور بڑھاتے ہوئے چلو

جینے کا حوصلہ ہے جینے کے واسطے
دنیا محبتوں کی بساتے ہوئے چلو

کھوئے کھوئے ہیں اب بھی غفلت کی نیند میں
آواز دے کے ان کو جگاتے ہوئے چلو

الفت سے، اتفاق سے، اخلاق و پیار سے
محفل وطن کی اپنی سجاتے ہوئے چلو

منزل ہے اب قریب ترقی کی راہ سے
ساری رکاوٹوں کو ہٹاتے ہوئے چلو

وقت

اس سے پہلے کہ وقت ڈھل جائے
دامنِ دل کو علم سے بھر لو
مت کرو انتظار تم کل کا
جو بھی کرنا ہے آج ہی کرلو

قدر تم وقت کی کرو گے اگر
سر پہ اپنے تمھیں بٹھائے گا
توڑ دو گے جو دل اگر اس کا
یہ تمہارا دل دکھائے گا

وقت سا دوست بھی نہیں
دشمنی اس کی سخت آفت ہے
جس نے اس کا بنالیا دشمن
اس کی قسمت میں پھر نہ راحت ہے

عزم تم کام کا کرو تو سہی
وقت ہر کام خود ہی کردے گا
تم رکھو ہاتھ نبض پر اس کی
یہ تمھیں بھی خوشی سے بھردے گا

بس وطن کے حسین معمارو!
وقت کا خوب احترام کرو
کاہلی جب بھی آئے بہکانے
دوسر سے تم اسے سلام کرو

(اطہر عزیز)

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

کسانوں کا گیت

قدم اپنا آگے بڑھاتے چلیں گے
زمانے کی بگڑی بناتے چلیں گے
زمینوں پہ جب ہل چلاتے چلیں گے
تو مٹی سے سونا اُگاتے چلیں گے
نشاں بھوک کا ہم مٹاتے چلیں گے
زمانے کی بگڑی بناتے چلیں گے

کہیں چاولوں سے سجائیں گے دنیا
کہیں باجرے سے بسائیں گے دنیا
چنے کی کہیں ہم بنائیں گے دنیا
جو ہے کال اس کی مٹائیں گے دنیا
نشاں بھوک کا ہم مٹاتے چلیں گے
زمانے کی بگڑی بناتے چلیں گے

نہیں کام کرنے سے ہم تھکنے والے
جہاں جانتا ہے کہ ہم ہیں جیالے
اندھیرے کی دنیا میں ہم ہیں اجالے
کہ ہیں ہم بڑی سخت محنت کے پالے
نشاں بھوک کا ہم مٹاتے چلیں گے
زمانے کی بگڑی بناتے چلیں گے

(جگناتھ آزاد)

سورۂ فاتحہ

میرا خدا با قدرت ہے — جس کی اعلیٰ قوت ہے
سارے عالم کا رب ہے — سب پر اس کی رحمت ہے
وہ ہے رحمان اور رحیم — اس کی نہایت عظمت ہے
روز جزا کا مالک ہے — جس کا نام قیامت ہے
اپنے مالک سے مانگو — جو کچھ تم کو حاجت ہے
ہم کو سیدھی راہ چلا — جس میں تیری ہدایت ہے
ان لوگوں کی راہ چلا — جس پر تیری عنایت ہے

راہ سے گمراہوں کی بچا
جن پر تیری لعنت ہے

(حضرت محمد عبدالقدیر صدیقی حسرتؔ)

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

السلام علیکم!

بچو! آپ کو کلمہ تو یاد ہو گا نا۔ ایک دفعہ ہمارے ساتھ پڑھیے......لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ!

بچو! اس کلمے میں دو نام ہیں لا الہ الا اللہ میں اللہ کا نام ہے۔ محمد الرسول اللہ میں کس کا نام ہے؟

رسول اللہ کا! شاباش ہمارے پیارے نبی کون تھے؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

بچو! ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت اچھے تھے۔ تمہارے ابو اچھے ہیں نا۔ سب ابو اچھے ہوتے ہیں۔ بچو! وہ تو ابوؤں سے بھی اچھے تھے۔ ابو اپنے بچوں سے پیار کرتے ہیں نا؟ وہ تو بچوں کے ابوؤں سے بھی زیادہ بچوں سے پیار کرتے تھے۔ بہت زیادہ۔

تو بچو! ایک دفعہ عید کے دن ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز پڑھنے جا رہے تھے اور لوگ بھی جا رہے تھے۔ سب لوگ جا رہے تھے۔ بچے بھی اچھے اچھے کپڑے پہنے جا رہے تھے۔ عید کے دن تو سب اچھے اچھے کپڑے پہنتے ہیں نا! آپ لوگ بھی عید کے دن اچھے اچھے کپڑے پہنتے ہیں نا! تو بچو! سب بچے تو اچھے اچھے کپڑے پہنے اپنے ابوؤں کے ساتھ خوشی خوشی عید کی نماز پڑھنے جا رہے تھے۔ مگر ایک بچہ اپنے گھر کے سامنے پرانے کپڑے پہنے اداس کھڑا تھا۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس گئے اور پوچھا بیٹے تم نے نئے کپڑے نہیں پہنے اور تم عید کے دن اداس کیوں ہو؟ خوش کیوں نہیں ہو؟''

بچے نے روتے ہوئے کہا: ''میرے ابو نہیں ہیں اور میری امی کے پاس پیسے نہیں ہیں'' میرے پاس نئے کپڑے نہیں ہیں۔ سب بچوں کے پاس ہیں۔ میرے پاس نہیں ہیں میرے ابو اللہ میاں کے پاس چلے گئے ہیں۔''

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا ''تمہارے ابو اللہ میاں کے پاس چلے گئے ہیں تو کیا ہوا، تم مجھے اپنا ابو بنا لو، میرے بیٹے بن جاؤ۔ چلو، میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں نئے نئے کپڑے پہنواؤں گا۔ پھر تم میرے ساتھ عید کی نماز کو چلنا، جیسے دوسرے بچے اپنے ابوؤں کے ساتھ جا رہے ہیں۔''

تو بچو! ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بچے کو اپنے ساتھ گھر لے گئے اور اسے اپنی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملوایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس بچے کو اچھے اچھے کپڑے پہنائے اور پھر ہمارے پیارے نبہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے ساتھ عید کی نماز کے لیے لے گئے۔ بچہ نئے نئے کپڑے پہن کر بہت خوش ہوا۔ وہ اس لیے اداس تھا نا کہ اس کے پاس عید کے کپڑے نہیں تھے اور اس کے ابو بھی نہیں تھے۔ اسے اللہ میاں نے اچھے اچھے کپڑے بھی دلوا دیے اور ابو بھی دلوا دیے۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ابو بن گئے نا! وہ بچہ کتنا خوش ہوا ہو گا نا.....ہے نا!

تو بچو! ایسے تھے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ وہ سب بچوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ تو آؤ ہم ان کی تعریف کریں۔ آپ بھی میرے ساتھ ساتھ کہیں۔

اللہ کے شیر

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی بھی تھے اور داماد بھی۔ بچپن میں وہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پاس رہتے تھے۔اس لیے بھی آپ کو ان سے بہت محبت تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت بہادر تھے۔ اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ ان کی بہادری کا ایک واقعہ تو یہ ہے کہ جب ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف چھوڑ کر مدینہ تشریف لے جا رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا۔''آج رات تم میرے بستر پر سونا اور صبح لوگوں کی امانتیں واپس کر کے مدینہ چلے آنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ آج رات بہت سے کافر مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سوتے میں قتل کرنا چاہتے ہیں مگر آپ رضی اللہ عنہ ڈرے نہیں، بے خوف ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر سو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہادری کا ایک اور واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے جنگ خندق کے موقع پر ایک کافر کو مارا تھا جو ایک ہزار انسانوں کے برابر طاقت رکھنے والا کہلاتا تھا۔اس کا نام عمرو ابن عبدو تھا۔

ہوا یہ تھا کہ مکہ کے کافروں نے ہزاروں کے لشکر کے ساتھ مدینہ شریف پر حملہ کر دیا تھا۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے بچاو کے لیے مدینہ کی تین طرف خندق (بہت گہری اور چوڑی نالی) کھود دی تھی۔ ایک دن عمرو بن عبدو اپنے گھوڑے کو چھلانگ لگوا کر خندق کے اس طرف آ گیا اور کہنے لگا:''ہے کسی میں ہمت جو میرے سامنے آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سے مقابلے کی اجازت مانگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی جانتے ہو یہ عمرو بن عبدود ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:''جی ہاں جانتا ہوں'' پھر آگے بڑھے اور تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا خاتمہ کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بہادری کی وجہ سے انھیں اسد اللہ یعنی''اللہ کا شیر'' کہا کرتے تھے۔

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

خرگوش کی دانائی

کسی جنگل میں ایک شیر رہتا تھا۔ وہ ہر روز کئی جانوروں کا شکار کرتا تھا۔ سارے جانور بہت پریشان تھے، کریں تو کیا کریں۔ سب جانوروں نے طے کیا کہ شیر کے پاس جائیں گے اور اس سے بات کریں گے۔ جنگل کے تمام جانور شیر کے پاس گئے اور کہا ''اے ہمارے بادشاہ! آپ ہر روز کئی جانوروں کا شکار کرتے ہیں۔ آپ کو اس سے کیا ملتا ہے؟ آپ کا پیٹ تو ایک جانور سے ہی بھر جاتا ہے، اس لیے آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آج سے ہر روز ایک جانور آپ کے پاس آجایا کرے گا۔

یہ بات سن کر شیر نے کہا ''تم ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن سنو! اگر ایسا نہیں ہوا تو میں تم سب کو مار مار کر کھا جاؤں گا۔'' سب نے وعدہ کیا اور بے فکر ہو کر جنگل میں گھومنے لگے۔ اب انہیں شیر کا ڈر ہی نہیں تھا۔ ہر روز کوئی نہ کوئی جانور شیر کے پاس چلا جاتا۔

ایک دن خرگوش کی باری آئی۔ وہ سر جھکائے چلا جا رہا تھا لیکن دل ہی دل میں شیر کو مارنے کی ترکیب بھی سوچ رہا تھا۔ راستہ میں اُسے ایک کنواں نظر آیا۔ وہ کنویں کے پاس گیا اور دیکھا تو اس میں اس کو اپنی پرچھائی نظر آئی۔ پرچھائی دیکھ کر اس کے ذہن میں ایک ترکیب آگئی، وہ بڑے سکون سے ایک پیڑ کے نیچے سو گیا۔ شام کو جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ ٹہلتا ہوا شیر کے پاس پہنچا اور شیر کو جھک کر سلام کیا۔ شیر بھوکا بیٹھا تھا۔ خرگوش کو دیکھ کر جھلا کر کہا ''ارے خرگوش ایک تو تو بہت چھوٹا ہے اور پھر اتنی دیر کر کے آیا ہے۔ تیری دیری کی وجہ سے جنگل کے سارے جانوروں کو مار ڈالوں گا۔

خرگوش نے عاجزی سے جواب دیا۔ سرکار! اس میں نہ تو میرا قصور ہے اور نہ دوسرے جانوروں کا۔ دیر ہونے کی وجہ تو کچھ اور ہی ہے،'' چھوٹا سمجھ کر سب جانوروں نے میرے ساتھ چار خرگوش بھیجے تھے۔ راستہ میں ایک اور شیر نے ہمیں روکا اور پوچھا! تم سب کہاں جا رہے ہو؟ ہم نے کہا! ''وعدے کے مطابق اپنے بادشاہ شیر کے پاس جا رہے ہیں۔'' یہ سنتے ہی اس نے کہا ''یہ جنگل میرا ہے، میں یہاں کا بادشاہ ہوں ان چار خرگوشوں کو یہاں چھوڑ کر اس شیر کے پاس جا اور اُسے بلا لا، ہم دونوں میں جو طاقت والا ہوگا وہی تجھ کو کھا جائے گا''۔

یہ سن کر شیر گرجا، یہ بات ہے۔ تو چل، مجھے اس شیر کے پاس لے چل۔ خرگوش نے کہا! سرکار وہ تو قلعے میں رہتا ہے۔ تو مجھے وہیں لے چل۔ میں اسے مار ڈالوں گا، شیر نے کہا۔ خرگوش نے شیر کے ساتھ کنویں کے پاس پہنچ کر ادھر ادھر دیکھا پھر شیر سے کہا ''سرکار! وہ آپ کو دیکھ کر اپنے قلعہ میں چھپ گیا ہے۔'' ''وہ قلعہ کہاں ہے؟'' شیر نے پوچھا!

خرگوش نے اُسے کنواں دکھایا، کنویں کے پانی میں اپنی پرچھائی دیکھ کر شیر دھاڑنے لگا۔ اس کی آواز بڑے زور سے کنوں میں گونجی، وہ سمجھا یہ قلعے والے شیر کی دھاڑ ہے۔ شیر کو غصہ آیا اور وہ کنویں میں کود پڑا اور ڈوب کر مر گیا۔ ادھر خرگوش خوشی خوشی جنگل کی طرف نکل پڑا۔ جنگل پہنچ کر سارے جانوروں کو شیر کے مرنے کی خبر سنائی۔ یہ خبر سن کر سارے جانور بہت خوش ہوئے اور آرام سے رہنے لگے۔

دیکھا آپ نے بچو! خرگوش نے عقل سے کام لے کر طاقتور شیر کو مار ڈالا۔ اس کہانی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمت اور عقل سے کام لے کر طاقتور کا بھی مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

سچائی

اپنی امی جان سے تم نے بڑے پیر صاحب کا نام تو سنا ہوگا؟ ان کا پورا نام شیخ عبدالقادرؒ تھا۔ وہ گیلان کے رہنے والے تھے اسی لیے ان کے نام کے ساتھ گیلانی یا جیلانی بھی لکھا جاتا ہے۔

اللہ ان پر رحم کرے۔ وہ بہت بڑے بزرگ اور اللہ والے انسان تھے۔ ابھی چھوٹے سے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ بچپن ہی سے لکھنے پڑھنے کے بہت شوقین تھے۔ سنا تھا کہ بغداد شہر میں بہر اچھے اچھے عالم ہیں۔ ابتدائی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد بغداد جانے کا شوق پیدا ہوا۔ اپنی امی سے کہا کہ ''مجھے پڑھنے کے لیے بغداد بھیج دیجیے۔'' وہ تیار ہوگئیں۔

اس زمانہ میں آج کل کی طرح سفر آسان نہ تھا۔ پیدل چلنا پڑتا تھا یا جانوروں کی پیٹھ پر سوار ہوکر۔ راستے میں لوٹ مار کا بھی خطرہ رہتا تھا۔ اس لیے لوگ قافلے کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے۔

بغداد جانے والے ایک قافلے کے ساتھ اُن کا جانا طے ہوا۔ چلتے وقت امی نے چالیس دینار اُن کے لباس میں بغل کے نیچے سی دیے، تاکہ چوری سے محفوظ رہیں اور تاکید کردی ''بیٹا! کیسی بھی مصیبت پڑے، خواہ جان پر بن آئے لیکن جھوٹ نہ بولنا۔''

قافلہ روانہ ہوا، وہ بھی ساتھ تھے۔ کچھ ہی دور گئے ہوں گے کہ ڈاکا پڑا۔ سارا قافلہ لٹ گیا۔ ایک ڈاکو نے آکر پوچھا: ''میاں صاحب زادے! کچھ تمھارے پاس بھی ہے۔''

انھوں نے جواب دیا: ''ہاں چالیس دینار ہیں۔'' اُن کا سادہ لباس دیکھ کر ڈاکو کو یقین نہ آیا اور سمجھا کہ بچہ مذاق کر رہا ہے۔

اسی طرح کئی ڈاکوؤں سے مڈبھیڑ ہوئی، سب کے سوال پر انھوں نے یہی جواب دیا:

ہاں! میرے پاس چالیس دینار ہیں۔''

آخر کار ڈاکوؤں کے سردار تک نوبت پہنچی۔ اس نے پوچھا ''دینا کہاں ہیں؟''

فرمایا: ''میرے لباس میں بغل کے نیچے سلے ہوے ہیں۔''

ڈاکوؤں نے کپڑا اپھاڑ کر دیکھا تو سچ مچ چالیس دینا نکلے۔ اس پر ڈاکوؤں کا سردار سخت حیران ہوا، اور پوچھا: ''کیوں بیٹے جس چیز کو تم گم ہونے کے ڈر سے اتنا چھپا رکھا تھا، ہمارے پوچھنے پر کیوں بتا دیا؟ انھوں نے کہا: ''امی نی چلتے وقت تاکید کی تھی کہ کیسی ہی آفت پڑے کبھی جھوٹ نہ بولنا۔'' میں امی کی بات کیسے ٹالتا۔''

بچے کی اس بات کا سردار پر بہت اثر پڑا۔ اس نے سوچا کہ اتنے بچے کو اپنی امی کے حکم کا اتنا خیال ہے اور میں ہوں کہ اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف ڈاکا مارتا پھرتا ہوں۔ سردار اور اس کی ٹولی کے تمام ڈاکوؤں نے فوراً توبہ کی۔ تمام لوٹا ہوا مال قافلے کو واپس کر دیا اور سب نیک بن گئے۔

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

عفو

بچو! انتقام کی وقت کے باوجود خطاوار کے قصور کو معاف کر دینا عفو ہے یہ پسندیدہ خصلتوں میں سے ایک بہت اچھی خصلت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ''عفو کی خصلت اختیار کرو'' اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے'' چاہیے کہ تم معاف کیا کرو اور درگذر کیا کرو کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تم کو معاف کرے۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے'' طاقتور وہ نہیں جو پچھاڑ دے، بلکہ وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔''

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عفو کی خصلت اختیار کرنے سے ایک تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ جب ہم بندوں کی خطائیں معاف کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ہمارے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ تیسرے یہ کہ عفو کرنا بڑا جوانمردی کا کام ہے اور اس کا اللہ تعالیٰ اجر دیتا ہے۔ جب ہم خطا کار سے بدلہ لینے کے عوض اپنی فراخ دلی سے اس کی خطا کو معاف کر دیتے ہیں تو اس کے جسم کی بجائے دل پر اچر ہوتا ہے اور وہ اپنے قصوروں پر نادم ہو کر اپنے برے کاموں سے باز آتا ہے۔ اب ہم عفوودرگذر کے متعلق چند واقعات لکھتے ہیں۔

(۱)

جنگ احد میں کافروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کو شہید اور در مبارک کو زخمی کیا۔ اور حضور کا رخ انور بھی خون سے لہولہان ہو گیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک گار میں بھی گر گئے تھے۔ کافروں نے حضور کے چچا حضرت حمزہؓ کو بھی شہید کر دیا تھا ایسے وقت میں صحابہؓ نے عرض کیا کہ ان کافروں کے لیے بددعا فرمائیے۔ میں لعنت کرنے کے لیے نہیں بنایا گیا۔ مجھے تو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا اور رحمت بنایا گیا ہے۔'' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی ''اے خدا میری قوم کو ہدایت فرما کیوں کہ وہ (مجھے) نہیں جانتے ہیں۔''

پیارے بچو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے ظلم وستم سے درگذر کر کے بددعا کرنے کے بجائے ان کے لیے راہ راست پر آنے کی دعا فرمائی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو کی بے نظیر مثال ہے۔

(۲)

فتح مکہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارِ مکہ کو جنہوں نے بیسیوں مسلمانوں کو قتل کیا تھا۔ سینکڑوں مسلمانوں کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچا کر گھر سے بے گھر کیا تھا، اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا۔ بار بار مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو امن وچین سے نہیں رہنے دیا تھا لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (آج کے دن تم سے کوئی باز پرس نہیں) کہہ کر سب کی خطاؤں کو معاف فرمادیا۔

(۳)

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سیدنا امام حسینؓ چند معزز مہمانوں کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھے ہوئے تھے آپؓ کا خادم گرم آش کا پیالہ لئے ہوئے آیا۔ خوف کے مارے اس کے ہاتھ سے پیالہ چھوٹ گیا اور سیدنا امام حسین کے رخسار مبارک پر گرم گرم آش گری۔ جب سیدنا امام حسینؓ نے غلام کو ادب سکھانے کے لیے غصہ کی نظر سے دیکھا تو غلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ غصہ ضبط کرنے اور لوگوں کو معاف کرنے کا حکم دیتا ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ میں نے تیرا قصور معاف کیا۔ پھر غلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ میں نے تجھے آزاد کیا۔

پیارے بچو! سیدنا امام حسینؓ نے اپنے غصہ کو ضبط کر کے اس غلام کی خطا کو معاف فرما دیا۔ تم بھی خطا کاروں کی خطاؤں کو معاف کرو یہ بڑی جوانمردی اور ثواب کا کام ہے۔

نادموں کی خطا معاف کرو
ہے معافی میں لذت اور سرور
اپنے دل میں ذرا کرو انصاف
کون ہے جو بے خطا وقصور

دلیری

اورنگ زیب کا مختصر حال تم پڑھ ہی چکے ہو۔ یہ بہت خدا ترس اور نیک بادشاہ تھے۔حکومت کا سارا کام بڑی جاں فشانی سے انجما دیتے۔پھر بھی شاہی خزانے سے اپنے ذاتی اخرجات کت لیے ایک پیسا بھی نہیں لیتے تھے۔

قرآن مجید کی کتابت کر کے اس کے ہدیے سے اپنا پیٹ پالتے تھے۔کبھی کبھی ٹوپیاں بھی بنا کر فروخت کرتے اور اسی آمدنی سے گزراوقات کرتے تھے۔

ایک دن اورنگ زیب صبح سویرے اُٹھے اور تفریح کے لیے جنگل کی طرف نکل گئے۔اس وقت وہاں کا منظر بڑا سہانا تھا۔ ہر طرف قدرت کی کاریگری کے جلوے نظر آ رہے تھے۔نسیم سحر کے جھونکوں سے جنگل کے ہرے بھرے درخت جھوم رہے تھے خوش رنگ پھول آنکھوں کو دعوتِ نظارہ دے رہے تھے۔درختوں پر طائرانِ خوش الحان باری تعالیٰ کی حمد وثنا کے نغمے الاپ رہے تھے۔عالمگیر اس منظر سے بہت متاثر ہوئے۔اردگرد کی تمام اشیا کو محوِتسبیح دیکھ کر وہ بھی وہیں رک گئے اور شکرانے کی نماز ادا کرنے لگے۔ابھی نماز سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ وہاں ایک شیر آ نکلا۔بادشاہ عبادت میں مشغول تھے۔انہیں شیر کے آنے کی قطعاً خبر نہ ہوئی۔شیر نے پیچھے سے آ کر عالمگیر کی کمر پر پنجہ مارا۔بادشاہ بالکل ہراساں نہ ہوئے۔انہیں خدا کے علاوہ کسی کا خوف ہی کب تھا۔ہاتھ میں تلوار سنبھالی اور اس دلیری سے شیر پر وار کیا کہ شیر کا پیٹ چاک ہو گیا اور وہ وہیں گر کر مر گیا۔

شیر آیا شیر آیا

نادر بھیڑیں چرانے کے لیے ہر روز جنگل میں جایا کرتا تھا۔شام گئے وہ لوٹ آتا۔لڑکا بڑا محنتی تھا مگر اس میں ایک بہت برائی تھی اور وہ یہ کہ وہ ہر وقت الٹی سیدھی شرارتیں بہت کرتا تھا۔

گاؤں والے اس کی شرارتوں سے تنگ آئے ہوئے تھے۔مگر بیوہ ماں کا اکلوتا بیٹا خیال کر کے محض اس کی سرزنش کر کے چھوڑ دیتے تھے۔ماں بھی اسے بہت سمجھاتی تھی مگر اس پر کسی بات کا اثر زیادہ دیر تک نہ رہتا تھا۔

پھر گاؤں والوں کی ایک مجبوری بھی تھی۔وہ یہ کہ ان کی بھیڑیں چرانے لے جاتا تھا۔اگر وہ سختی کرتے تو وہ ان کی بھیڑیں لے جانا بند کر دیتا تھا۔یہ مجبوری بھی ان کو نادر پر زیادہ سختی کرنے سے روکتی تھی۔

ایک دن سب لوگ اپنے اپنے کام کاج میں مگن تھے کہ اچانک جنگل کی طرف سے نادر کی چیخیں سنائی دیں۔وہ چونک پڑے۔ کان لگا کر سنا تو نادر چیخ رہا تھا۔

شیر آیا، شیر آیا، بچاؤ، شیر آیا

لوگوں نے کام کاج چھوڑا، ڈنڈے، کلہاڑی، برچھیاں جو کسی کے ہاتھ میں آیا لے کر جنگل کی طرف دوڑے۔ چیخوں کی سمت بھاگتے ہوئے جب وہ اس جگہ پہنچے جہاں نادر موجود تھا تو ٹھٹک کر رہ گئے۔

''ہاہاہاہا'' نادر ایک درخت پر چڑھا ہنس رہا تھا۔

''کہاں ہے شیر، کیوں چیخ رہا تھا تو، کہاں گیا شیر؟''

لوگوں کے پوچھنے پر اس نے ہنس کر کہا۔ ''یہ ہے شیر'' اس نے اپنی طرف اشارہ کیا۔

''اس کا مطلب ہے تو نے پھر شرارت کی جھوٹ بولا، ہم سب کا وقت ضائع کیا اور اوپر سے دل ہلکا ہوا سو الگ۔'' ایک آدمی غصہ سے کہا۔

نادر طنز سے بولا۔ ''بے وقوفوں کو کیا بے وقوف بنانا بھائی۔ تم میری عادت سے واقف ہو، ہی، پھر کیوں اندھا دھند بھاگ اٹھے۔''

لوگ اسے گالیاں دیتے واپس چلے گئے۔ اور وہ درخت پر بیٹھا ہنستا رہا۔

آٹھ دس دن بعد ایک روز پھر جنگل کی طرف سے نادر کی چیخیں سنائی دیں۔

''شیر آیا لوگوں شیر آیا'' میں شرارت نہیں کر رہا ہو۔ خدا کی قسم میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔ واقعی شیر آیا ہے بچاؤ۔ وہ بھیڑیں ہلاک کر رہا ہے۔ بچاؤ بچاؤ''

مگر اس بار کسی نے اس کی سچی بات کا بھی یقین نہ کیا۔ وہ اپنا اعتبار کھو چکا تھا۔ کوئی اس کی مدد کو نہ آیا شیر اس کی بھیڑیں شکار کر کے چلتا بنا اور وہ درخت پر بیٹھا چیختا رہا۔

''شیر آیا' شیر آیا' بچاؤ بچاؤ''

ایثار

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یرموک کے مقام پر رومیوں سے بہت زبردست جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں رومی فوج کے مقابلے میں مسلمان مجاہدین کی تعداد بہت کم تھی۔ مگر حضرت خالدؓ جیسے جاں باز سپہ سالار کے حسن تدبیر اور اللہ کی مدد سے مسلمانوں نے رومیوں کے چھکے چھڑا دیے۔ رومی مسلمانوں کے مقابلے میں ٹھہر نہ سکے۔ آخر میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس جنگ میں سوا لاکھ کے قریب رومی مارے گئے۔ تین ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ اسی جنگ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک مجاہد اپنے چچا زاد بھائی کی تلاش میں نکلے۔ بھائی جنگ میں شریک تھے۔ انھوں نے مشکیزہ میں پانی لیا کہ ممکن ہے بھائی پیاسے ہوں تو انھیں پانی پلا دوں گا۔ اتفاق سے وہ لاشوں کے بیچ میں ایک جگہ نظر پڑ گئے۔ قریب جا کر دیکھا تو بہت بری حالت تھی۔ زخموں سے چور چور دم توڑ رہے تھے۔ انھوں نے پانی کے لیے پوچھا تو اشارے سے ہاں کہا۔ وہ پانی پلانا چاہتے ہی تھے کہ اتنے میں قریب ہی سے ایک پیاس سے بے تاب شخص کی آواز کان میں آئی اتفاق سے وہ بھی جاں بلب تھے۔ چچا زاد بھائی نے کہا: ''پہلے ان کو پلاؤ'' وہ مشکیزہ لے کر ان کے پاس پہنچے تو وہ حضرت سہیلؓ تھے۔ وہ انھیں

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

پانی پالنے لگے اتنے میں قریب ہی سے ایک تیسرے شخص کے کراہنے کی آواز آئی۔ حضرت سہیلؓ نے کہا کہ پہلے ان کو پلاؤ'' وہ پانی لے کر ان کے پاس گئے۔ دیکھا حضرت حارثؓ زخموں سے چور چور زمین پر پڑے دم توڑ رہے تھے۔ جاں کنی کا عالم ہے پانی لے کر پہنچے تھے کہ حضرت کا دم نکل گیا۔ وہاں سے وہ جلدی سے لوٹ کر حضرت سہیلؓ کے پاس آئے یہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ بھی انتقال فرما چکے تھے۔ فوراً چچازاد بھائی کے پاس پہنچے۔ اتنی دیر میں ان کا بھی دم نکل چکا تھا۔

اس طرح ان تینوں زخمی مجاہدین نے تشنہ کامی کی حالت میں جان دے دی۔ مگر اپنے دوسرے زخمی مسلمان بھائی سے پہلے پانی پینا گوارا نہ کیا۔

سچا وعدہ

ایک تھی چڑیا۔ بڑی بھولی بھالی سیدھی سادی۔ اس کے دو چھوٹے بچے تھے۔ چڑیا نے بچوں کے لیے گھونسلہ بنایا تھا۔ وہ بچوں کے ساتھ اس میں رہتی تھی۔ منہ اندھیرے نکلتی دن بھر ادھر اُدھر گھومتی دانہ دنکا چگتی شام ہوتے گھر آتی تھی۔ ننھے ننھے بچے چوں چوں کرتے ماں س ےچپٹتے اور خوش ہوتے تھے۔ چڑیا ان کو چگا دیتی تھی۔ پروں کو پھلاتی ان کو پیار کرتی اور اپنے رب کے گن گاتی تھی۔

ایک دن چڑیا گھر واپس آ رہی تھی۔ راستے میں ایک باز نے اسے دیکھا۔ وہ فوراً جھپٹا۔ بے چاری چڑیا کی کیا مجال تھی کہ بچ نکلتی۔ باز نے اسے دبوچ لیا چاہا کہ ہڑپ کر جائے۔ چڑیا گھبرا گئی اس نے اللہ میاں کو یاد کیا اور باز سے روتے ہوئے کہا۔

اے پرندوں کے راجہ! مجھے کھانے سے پہلے میری ایک بات سن لیجیے۔ میں آپ کے قابو میں ہوں آپ جب چاہیں مجھے کھا سکتے ہیں''

باز رک گیا اور بولا'' کہو کیا کہتی ہو''

چڑیا نے نہایت لجاجت سے کہا'' میں ایک کمزور جانور ہوں میرے دو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں جن کا کھلانا پلانا میرے ذمہ ہے۔ ہر شام میں وہاں جاتی ہوں انہیں چگاتی ہوں وہ روز اسی وقت میری راہ تکتے ہیں اگر آج میں وہاں نہ پہنچی تو وہ بھوکے مر جائیں گے۔ اگر آپ مجھے اتنی اجازت دیدیں کہ میں ان کے پاس ہو آؤں انہیں کھلا پلا آؤں تو بڑا احسان ہوگا، پھر آپ مجھے کھا لیجئے۔

باز نے یہ سب باتیں سن کر کہا'' اچھا میں سمجھ گیا یوں جھوٹ بول کر تو اپنی جان بچانا چاہتی ہے''

چڑیا نے جواب دیا

'' جھوٹ بولنے سے تو خدا ناراض ہو جاتا ہے خدا کو ناراض کر کے تو میں کہیں کی بھی نہیں رہوں گی میرے تمہارے بیچ خدا ہے۔ خدا کا حکم ہے کہ وعدہ پورا کرو۔

میں ضرور اس کا حکم مانوں گی۔

باز نے اتنا سن کت چڑیا کو چھوڑ دیا۔ وہ وہاں سے اُڑ کر بچوں کے پاس آئی اور انہیں چگا دینا شروع کیا۔ لیکن بچوں کو دیکھ کر اس

کے آنسو ٹپک رہے تھے۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اب تھوڑی دیر بعد کیا سے کیا ہو جائے گا۔ میں باز کا لقمہ بن جاؤں گی اور یہ بھولے بھالے بچے در در کی ٹھوکریں کھاتے پھریں گے۔ بچوں نے ماں کی یہ حالت دیکھی تو وہ بڑے حیران ہوئے انھوں نے اپنی ماں سے پوچھا۔امی تم کیوں رو رہی ہو؟ چڑیا نے دلاسا دیا اور کہا پہلے کھالو پھر بتاؤں گی۔مگر بچے نہ مانے آخر چڑیا نے انہیں سب حال سنایا اور پھر کہا۔

''پیارے بچو! میرے جانے کے بعد تم رونا نہیں آپس میں لڑنا نہیں۔مل جل کر رہنا اور دانہ دنکا چگ کر خدا کا شکر ادا کرنا وہ بڑا مہربان ہے اس نے چاہا تو کچھ دن میں جوان ہو جاؤ گے۔''

بچے یہ سن کر رونے لگے انھوں نے کہا ''ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں گے چڑیا نے انہیں بہت سمجھایا اور ڈرایا کہ باز تمہیں بھی کھا جائے گا۔مگر وہ ممتا کے مارے کسی طرح نہ مانے تو چڑیا انہیں بھی اپنے ساتھ لے کر باز کے پاس آئی اور بولی ''میں اپنے وعدے کے مطابق لوٹ آئی ہوں میرے ساتھ میرے بچے بھی آئے ہیں یہ مجھ سے پیار کرتے ہیں میرے بغیر وہاں زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔اب تم ہم سب کو کھا کت اپنا پیٹ بھر سکتے ہو۔''

چڑیا کی سچائی اور ننھے ننھے بچوں کو دیکھ کر باز کا دل بھر آیا۔اس کی باتوں کا اس پر بیت اثر ہوا اس نے چڑیا کو اپنے بچوں سمیت گھر جانے کی اجازت دے دی۔ چڑیا ہنسی خوشی گھر لوٹ آئی۔اس نے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔

قیمتی ہیرا

سلطان محمود غزنوی کا ایک کادم تھا جس کا نام ایاز تھا۔سلطان اسے بہت عزیز رکھتا تھا۔اس کے دل میں ایاز کی قدر اپنے سب امیروں وزیروں سے زیادہ تھی۔سلطان کے امیر وزیر اور دوسرے درباری اس بات سے بہت جلتے تھے کہ سلطان ان سب کے مقابلے میں اپنے ایک معمولی خادم کی زیادہ عزت کرتا ہے مگر وہ سلطان کے ڈر سے کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔ہاں اس بات کا موقع ضرور ڈھونڈتے رہتے تھے کہ کسی طرح ایاز کو سلطان کی نظروں سے گرا دیں،مگر جیسے جیسے امیروں وزیروں کا حسد بڑھتا جاتا تھا، ویسے ویسے سلطان کے دل میں ایاز کی قدر بڑھتی جاتی تھی۔

ایک روز سلطان محمود غزنوی دربار میں بیٹھا تھا کہ اس کے تخت کے پیچھے اس کا خام ایاز کھڑا تھا۔دربار میں سب امیر وزیر اپنے اپنے مرتبے اور عہدے کے لحاظ سے اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھے تھے۔

اس وقت سلطان محمود غزنوی کی ہتھیلی پر ایک ہیرا رکھا ہوا تھا اور وہ اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔یہ سلطان کت خزانے کا سس قیمتی ہیرا تھا اور اسکی قیمت کئی لاکھ روپئے تھی۔سلطان کچھ دیر تک ہیرا دیکھتا رہا، پھر اپنے پاس بیٹھے ہوئے وزیر کی طرف بڑھا دیا۔وزیر نے ادب سے ہیرا لے کر اسے دیکھا اور پھر اس کی تعریف کرتے ہوئے کہنے لگا ''یہ سب حضور کے اقبال کی برکت ہے کہ شاہی خزانے میں ایسا قیمتی پیرا موجود ہے۔مجھے یقین ہے کہ ایسا ہیرا اور کسی بادشاہ کے خزانے میں نہ ہوگا۔''

سلطان نے وزیر کی تعریف سن کر کہا ''اس ہیرے کو توڑ ڈالو''

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

وزیر کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہنے لگا ''توبہ توبہ حضور میں ایسے قیمتی ہیرے کو توڑنے کی گستاخی نہیں کرسکتا۔''

سلطان نے ہیرا اس وزیر کے ہاتھ سے لے کر ایک اور وزیر کو دیا۔ اس نے بھی ہیرے کی تعریف کی۔ سلطان نے سے بھی ہیرا توڑنے کا حکم دیا اور اس نے بھی وہی جواب دیا جو پہلے وزیر نے دیا تھا۔

سلطان نے اس طرح وہ ہیرا اپنے تمام درباریوں میں گھمایا۔ سب امیروں وزیروں نے اس کی تعریف کی اور اسے توڑنے سے انکار کر دیا۔

تمام درباریوں میں گھمانے کے بعد سلطان نے وہ ہیرا ایاز کو دکھایا۔ دوسرے درباریوں کی طرح اس نے بھی ہیرے کی تعریف کی اس کے بعد سلطان نے اسے بھی وہی حکم دیا:

''ایاز اس ہیرے کو توڑ دو''

ایاز نے اسی وقت ہیرا فرش پر رکھا اور ایک پتھر اس پر دے مارا ہیرا ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اور اس کے ریزے فرش پر بکھر گئے۔

سارے دربار میں سناٹا چھا گیا۔ امیر وزیر حیرانی اور غصے سے ایاز کی طرف دیکھ رہے تھے۔ آخر ایک وزیر نے کہا ''یہ تم نے کیا حرکت کی؟ ایسا قیمتی ہیرا ضائع کر دیا، کچھ تو خیال کیا ہوتا''

ایاز نے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔ ''میرے آقا کا حکم ہیرے سے زیادہ قیمتی ہے۔ سلطان کے حکم کے سامنے یہ ایک ہیرا تو کیا، دنیا بھر کے ہیروں کی کوئی قیمت نہیں۔''

یہ سن کر سلطان بہت خوش ہوا۔ پھر اس نے اپنے درباریوں سے کہا ''کیا اسی لئے تم ایاز سے حسد کرتے ہو؟ تم نے ہیرے کی قیمت کا تو خیال کیا مگر میرے حکم کا کوئی خیال نہیں کیا۔ ایاز نے ہیرا ضرور توڑا ہے لیکن میرا حکم نہیں توڑا۔ اس کی یہی خوبی ہے جس کی وجہ سے میں اسے عزیز رکھتا ہوں۔''

اکبر - بیربل

شہنشاہ اکبر ہندوستان کا بہت بڑا بادشاہ گذرا ہے۔ اکبر کے دربار میں نو وزیر تھے۔ یہ ''نورتن'' کہلاتے تھے۔ یہ سب کے سب بڑے سمجھدار تھے۔ ان نورتنوں میں بیربل بھی ایک تھا۔ بیربل کو شہنشاہ اکبر بہت چاہتے تھے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ بادشاہ اپنے وزیروں کے ساتھ دربار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اپنے وزیروں کی سمجھ اور قابلیت کا امتحان لینا چاہتے تھے۔ اکبر نے ایک لکیر کھینچی اور اپنے وزیروں سے مخاطب ہو کر کہا:

''اس لکیر کو چھوٹا کیا جائے مگر شرط یہ ہے کہ اس موجودہ لکیر کو کہیں سے بھی کاٹا نہ جائے اور نہ مٹایا جائے۔'' شہنشاہ کی اس شرط کو سن کر سب پریشان ہوگئے۔ مگر بیربل بہت اطمینان سے آگے بڑھے اور اس لکیر کے نیچے ایک دوسری لمبی لکیر کھینچ دی اور ادب سے عرض کی ''دیکھئے حضور! آپ کی لکیر خود بخود اس لکیر سے چھوٹی ہوگئی۔'' شہنشاہ اکبر بیربل کی اس عقل مندی سے بہر خوش ہوے اور انھیں انعام

سے نوازا۔

ایک دن شہنشاہ اکبر دربار میں تشریف لائے۔تمام درباری موجود تھے۔مگر بیربل حاضر نہیں تھے۔اسی دوران شہنشاہ کے ذہن میں پانچ سوال آئے۔اکبر نے درباریوں سے کہا جوان پانچ سوالوں کے صحیح صحیح جواب دے گا اسے انعام دیا جایے گا۔وہ پانچ سوال یہ تھے۔

(1) کونسا پھول اچھا (2) دودھ کس کا اچھا؟ (3) مٹھاس کس کی اچھی؟ (4) پتہ کس کا اچھا؟ (5) راج کون اچھا؟

درباریوں نے پہلے سوال کے جواب میں مختلف پھولوں کے نام لیے، کسی نے گلاب کیا، کسی نے کنول، کسی نے چمپا کا نام لیا۔ دوسرے سوال کے جواب میں کسی نے گائے کا دودھ، کسی نے بھینس کا دودھ، کسی نے بکری کا دودھ اچھا بتایا۔مٹھاس میں کسنی نے گنے کی مٹھاس کو اچھا کہا، کسنے گلاب جامن، اور کسنی نے برفی کی مٹھاس کی تعریف کی۔

پتے کے بارے میں کسی درباری نے کہا نیم کا پتہ اچھا ہوتا ہے، کسنئے پیپل اور کسی نے آم کے پتے کی تعریف کی۔

سبھوں نے کہا، شہنشاہ اکبر سب سے اچھا راجا ہے۔

شہنشاہ نے تمام درباریوں کے جواب سنے۔مگر انھیں ان جوابوں سے تسلی نہیں ہوئی۔وہ بیربل کے انتظار میں تھے کہ بیربل وہاں آپہنچے۔اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔شہنشاہ کو بیربل کا انتظار تھا ہی۔انھوں نے بیربل کو مخاطب کیا اور پانچوں سوال پوچھے۔بیربل نے سر جھکا کر آداب کیا۔اور ایک ایک سوال کا جواب دینا شروع کیا۔

بیربل نے کہا جہاں پناہ!

1. پھول کپاس کا اچھا ہوتا ہے۔جس سے تمام دنیا کا پردہ رہتا ہے۔کیوں کہ اس پھول سے کپڑے بنتے ہیں۔

2. دودھ ماں کا سب سے اچھا ہوتا ہے اسی سے بدن بڑھتا ہے۔

3. سب سے اچھی مٹھاس اپنی بولی کی ہوتی ہے۔

4. پتا پان کا سب اچھا، جس کے لینے دینے سے دشمن بھی دوست ہو جاتے ہیں۔

5. راجاؤں میں راجا اندر سب سے بہتر کیوں کہ ان ہی کی اجازت سے بارش ہوتی ہے۔جس سے تمام جانداروں کی پرورش ہوتی ہے۔

بادشاہ اور تمام درباری، بیرل کے جواب سن کر خوش ہوے۔

بادشاہ اکبر اور بیربل اکثر محل کی چاندنی پر مشرق سے طلوع ہوتے ہوے سورج کا نظارہ کرتے تھے۔اتفاقاً ایک دن بادشاہ سلامت اسی نظارے سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ کسی کے رونے کی آواز سنائی دی دیکھتے کیا ہیں کہ ایک مسافر پھوٹ پھوٹ کر رو رہا ہے۔بادشاہ کو اوپر دیکھ کر مسافر بولا'' ان داتا! آپ کے ہوتے دن دھاڑے چور میرا مال لوٹ رہے ہیں۔میری حفاظت کیجیے۔'' بادشاہ کو اس غریب مسافر پر رحم آیا اور چوروں کو پکڑنے کے لیے سپاہی بھیجے۔سپاہیوں کے پہنچنے تک چور فرار ہو گئے۔سپاہی مایوس ہو کر خالی ہاتھ واپس لوٹے۔بادشاہ کو بڑا رنج ہوا کہ شاہی محل کے ءنیچے چوری ہو جاے اور چوروں کا پتہ بھی نہ لگے۔بیربل سے بولے'' کیا یہ تمہارے لیے

شرم کی بات نہیں ہے۔ ہماری نظروں کے سامنے ایسی لوٹ مار ہوتی ہے تو ملک بھر میں رعایا ضرور تکلیف میں ہوگی۔'' بیربل نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اکبر نے بیربل سے کہا ''تم میرے سوال کا جواب نہیں دیا'' بیربل نے عاجزی سے جواب دیا جہاں پناہ! چراغ تلے اندھیرا ہی ہوتا ہے۔ہم اور آپ دور نہیں جاسکتے۔'' بیربل کی بات سے بادشاہ بہت خوش ہوے اور اسے خوب دولت دے کر رخصت کیا۔ مسافر بہت خوش ہوا اور بادشاہ کو بہت دعائیں دیں۔

کام کی برکت

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک غریب آدمی نے جاکر عرض کیا۔''میرا ہاتھ بہت تنگ ہے۔کوئی ایسی تجویز بتا دیجیے کہ یہ تنگی جاتی رہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔'' کچھ تمہارے پاس ہے بھی۔''اس نے کہا ''صرف ایک دری اور ایک لکڑی کا پیالہ۔''فرمایا۔ ''دونوں چیزیں لے آؤ۔'' غریب اسی وقت دری اور پیالہ لے آیا جنھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں بیٹھے بیٹھے کسی کے ہاتھ آٹھ آنے میں بیچ دیا اور اسے دام دے کر فرمایا۔''اس میں چار آنے کی تو ایک کلہاڑی لے آؤ اور چار آنے کا آٹا آج کے لیے گھر میں دے آؤ۔''

تھوڑی دیر میں جب وہ آٹا گھر پہنچا کر اور کلہاڑی لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اس میں لکڑی کا دستہ لگایا اور فرمایا۔''جاؤ ہر روز جنگل میں جاکر اس سے لکڑیاں کاٹ لایا کرو اور انھیں بیچ کر گھر کا خرچ چلایا کرو۔ پندرہ دن بعد پھر آنا اور ہمیں اپنا حال سنا جانا۔''

غریب نے پندرہویں دن آکر عرض کی۔''گھر کا خرچ چلا کر اس وقت میرے پاس دو روپے موجود ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور وہ شخص تھوڑے عرصے میں خوشحال ہوگیا۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بچپن ہی سے نہایت اچھی عادتوں کے مالک تھے۔اس لیے سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت کرتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا انتقال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے قبل ہو چکا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم چھ سال کے تھے کہ والدہ بھی اللہ کو پیاری ہوگئیں۔آٹھ سال کے ہوے تو دادا کا انتقال ہوگیا۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کی ذہ داری سنبھالی۔وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا محبت کرتے تھے اور کسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جدا نہیں کرتے تھے۔یہاں تک کہ سفر میں بھی اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوطلاب تجارت کی غرض سے ملک شام گئے۔ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن کے ساتھ تھے۔ وہاں ایک عیسائی عالم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور حضرت ابو طالب سے کہا کہ ہماری کتاب میں آخرے نبی کی جو نشانیاں لکھی ہیں وہ میں اس بچے میں دیکھ رہا ہوں۔تم اس بچے کی بہت زیادہ حفاظت کرنا۔اس واقعے کے بعد تو حضرت ابو طالب اور بھی زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال رکھنے لگے۔

اسلام سے قبل عربوں میں بہت سی برائیاں تھیں۔وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑ پڑتے تھے۔دو آدمیوں کا جھگڑا قبیلوں کی جنگ میں تبدیل ہو جاتا تھا۔مکہ میں کئی قبیلے رہتے تھے۔ان میں چند سمجھ دار لوگوں نے آپس میں طے کیا اب وہ امن کے ساتھ رہیں گے۔ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خوشی خوشی امن کے فیصؒ ے میں شرکت فرمائی۔

اسی طرح ایک اور موقعے پر بھی ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے مکہ کے قبیلوں کا جھگڑا بڑی خوبی سے طے ہوگیا۔ وہ آپس میں خون بہانے سے بچ گئے۔ہوا یہ کہ شدید بارش کی وجہ سے مکہ میں سیلاب آ گیا۔جس سے بیت اللہ کی دیواریں بھی گر گئیں۔بیت اللہ کی دوبارہ تعمیر کرتے ہوئے ایک مقدس پتھر ''حضر اسود'' کو اس کی اپنی جگہ لگانا تھا۔ہر قبیلے کی خواہش تھی کہ یہ عزت اسے ملے۔بس اسی بات پر آپس میں شدید اختلاف پیدا ہو گیا۔اس سےقبل کی تلواریں نکل آتیں، کسی شخص نے یہ تجویز دی کہ آج اس بات کو یوں ہی چھوڑ دیں اور کل جو شخص سب سے پہلے یہاں آئے اُس سے اس معاملے کا فیصلہ کرایا جاے۔

خدا کا کرنا ہو کہ دوسرے روز سب سے پہلے وہاں پہنچنے والے شخص ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر سب خوش ہو گئے۔انھیں یقین تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انصاف سے فیصلہ کریں گے۔ان لوگوں کا خیال بالکل صحیح نکلا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعی بہترین فیصلہ فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضحر اسود کو ایک چادر میں رکھوایا اور فرمایا کہ تمام سردار وہ چادر اٹھا کر حجر اسود کو اس جگہ تک لائیں جہاں وہ لگایا جائے گا۔سب سرداد اس چادر کو اٹھا کر وہاں تک لے آئے۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود چادر سے اٹھا کر اس کی جگہ پر لگا یا دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فیصلے سے بہت بڑا جھگڑا ٹل گیا اور سب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی۔

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جوانی کے دنوں میں کھانے پینے کی چیزیں لے کر مکہ سے باہر ایک پہاڑ کے غار میں عبادت کے لیے چلے جاتے تھے اور کئی کئی روز تک وہاں رہتے تھے۔ اس غار کا نام ''حرا'' ہے۔ اسی طرح ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں تشریف رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے حضرت جبریل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا پیغام پہنچایا۔ کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہیں۔ پھر قرآن پاک کی پانچ آیتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق

مکہ کے لوگ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اچھی عادات اور اعلیٰ اخلاق کی بہت تعریف کرتے تھے اور صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن انھیں برائیوں سے روکا اور اسلام کی دعوت دی تو اُن مُس سے اکثر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہو گئے۔ یہاں تک کہ انھوں نے ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جان سے مار دینے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کو گھیر لیا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان گھیراؤ کرنے والوں کو اونگھ آ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے فضل سے صحیح سلامت نکل گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق دیکھیے کہ گھر سے نکلنے سے پہلے حضرت علیؓ کو اپنے جانی دشمنوں کی امانتیں دیں اور فرمایا کہ تم یہ امانتیں انھیں لوٹا کر مدینے چلے آنا۔ اپنی جان کے دشمنوں کے ساتھ ایسا سلوک ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ بھلا کون کر سکتا تھا۔

آپ ہمیشہ سچ بولتے تھے، کبھی کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹی بات کرتے نہیں سنا تھا۔ ابو جہل جو مکے کا ایک سردار تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب بڑا دشمن تھا، وہ بھی کہتا تھا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا مانتا ہوں مگر اللہ کو ایک ماننے کی جو بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہے ہیں وہ ماننے کو تیار نہیں ہوں۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کی ضرورت کا بہت خیال کرتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو بھی رقم یا کھانے پینے کی چیزیں آتیں، وہ غریبوں میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ خود بھوکے رہ کر مہمانوں کو کھلاتے اور کبھی کسی سوال کرنے والے کا سوال نہ ٹالتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو وعدہ کرتے اسے ضرور پورا کرتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی زیادہ سادی زندگی گزارتے تھے۔ سادہ لباس پہنتے، سادہ کھانا کھاتے اپنا کام خود کر لیتے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جوتوں کی بھی مرمت کر لیتے تھے۔ گھر کے کاموں میں گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے۔ کسی سے ملتے تو پہلے خود سلام کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خادم حضرت انسؓ تھے۔ وہ بتاتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی موقع نہیں دیا کہ پہلے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کر لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی محفل میں تشریف لاتے تو لوگوں کو اپنے احترام میں کھڑے ہونے منع فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حد ہمدرد انسان تھے۔ خاص طور پر غریبوں، بیواؤں، یتیموں اور بچوں کا تو بہت ہی خیال رکھتے تھے۔

ان کے گھر کا کام کر دیا کرتے تھے اور سودا سلف لا دیا کرتے تھے۔ انسان تو انسان آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانوروں تک کے آرام کا خیال رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹ کو دیکھا جو بھوک پیاس کی وجہ سے بڑا نڈھال ہو رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مالک سے سختی سے کہا کہ وہ اسے خوب کھلایا پلایا کرے۔ ایک صحابیؓ جنگل سے گزرتے ہوئے چڑیا کے گھونسلے سے اس کے بچوں کو اُٹھا لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ بچوں کو فوراً واپس ان کے گھونسلے میں رکھ آؤ، چڑیا پریشان ہو رہی ہوگی۔ کھانے کی چیز پہلے بچوں کو دیتے پھر بڑوں کو۔ انسانی ہمدردی کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہوگی۔ کہ جن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیفیں پہنچائیں، برا بھلا کیا، بھوکا رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید کر دے، پتھر مار مار کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لہولہان کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جان سے مارنے کی کوشش کی۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نہ کبھی بد دعا دی اور نہ ان سے بدلہ لیا بلکہ سب کو معاف کر دیا اور ان کے حق میں دعا کی کہ وہ سیدھے رستے پر آجائیں۔

حضرت عمرؓ کی رواداری اور انصاف

حضرت عمرؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے اصحاب تھے۔ آپ بہت نیک تھے۔ اللہ کے فرماں بردار تھے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے پیرو تھے۔ آپ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ تھے۔ آپ کی مدت خلافت تقریباً ایک دہے سے زیادہ تھی۔ آپ کی خلافت میں لوگوں کو اتنی آزادی تھی کہ عام لوگ بھی بے خوف ہو کر ان سے گفتگو کرتے اور اپنی ضرورتیں بیان کرتے تھے۔ غریبوں، مفلسوں اور حاجت مندوں کے لیے ان کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ آپ ضرورت مندوں کے گھروں پر جا کر خیریت معلوم کرتے تھے عورتوں کو بازار سے سودا سلف لانا ہوتا تو آپ لا دیتے تھے۔ بیمار، نابینا اور معذور لوگوں کے کام کر دیا کرتے تھے۔ ایک عظیم الشان حکومت کے خلیفہ ہونے باوجود آپ کی زندگی بے انتہا سادہ تھی۔ آپ معمولی لباس پہنتے، بہت ہی سادہ غذا استعمال کرتے اور مسجد کے کسی بھی گوشے میں مٹی کے فرش پر لیٹ جاتے تھے۔ آپ تقویٰ و پرہیزگاری، حق پرستی، راست گوئی اور عدل و انصاف کا پیکر اور اسلامی اخلاق کا بہترین نمونہ تھے۔

آپ لوگوں کا بہت خیال کرتے تھے۔ اللہ کے بندوں کا حال معلوم کرنے کے لیے راتوں میں گشت لگایا کرتے تھے۔ ایک رات آپ حسب معمول گشت کر رہے تھے۔ جب آپ ایک گلی سے گزر رہے تھے تو دیکھا کہ ایک نابینا بوڑھا شخص ہاتھ میں کشکول لیے بھیک مانگ رہا ہے۔ شکل وصورت سے وہ غیر مسلم معلوم ہو رہا تھا۔ حضرت عمرؓ اس کے بازو پر ہلکی سی ضرب لگائی اور پوچھا: ''تیرا تعلق اہلِ کتاب کی کس قوم سے ہے؟'' نابینا بوڑھا بھکاری نے بڑے ادب سے نرم لہجے میں جواب دیا: ''میں یہودی ہوں''۔ حضرت عمرؓ نے پھر پوچھا: ''یہ جو میں تجھے کشکول اٹھائے دیکھ رہا ہوں یہ کیا ماجرا ہے؟'' نابینا بھکاری نے جواب دیا ''ایک تو یہ کہ جزیہ ادا کرتا ہوں، دوسرے میری زندگی کی ضروریات بھی ہیں، تیسرے میں بوڑھا ہوں، اس لیے کما نہیں سکتا'' پھر میری ضروریات زندگی کا مسئلہ کیسے حل ہوگا اور جزیہ کہاں سے ادا کروں؟ لہٰذا بھیک مانگ رہا ہوں''۔

حضرت عمرؓ نے جب اس بھکاری کی بات سنی تو اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور ممکن حد تک اسے عطا فرمایا پھر بیت المال کے خازن کو بلا کر حکم دیا: ''اس نابینا بوڑھے یہودی کا اور اسی طرح دوسرے اہل کتاب کا خوب خوب خیال رکھو۔'' اللہ کی قسم! ہم نے اس بوڑھے یہودی کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ اس کی جوانی میں تو ہم اس سے ٹیکس لیتے رہے اور بوڑھاپے میں ذلیل کر رہے ہیں۔ (یقیناً صدقات و خیرات فقرا و مساکین کے لیے ہیں) لہٰذا یہ بوڑھا نابینا اہل کتاب کے مسکینوں میں سے ہے۔ یہ کہہ کر حضرت عمرؓ نے اس بوڑھے سے اور اس کے جیسے دوسرے اہل کتاب سے جزیہ ساقط کر دیا۔

باپ سے محبت

بی بی فاطمہؓ کو کون نہیں جانتا۔ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی اور اپنی چاروں بہنوں میں سب سے چھوٹی تھیں۔

بی بی فاطمہؓ بہت ہی اچھی اور نیک بیٹی رہیں۔ رنگ روپ، بول چال، ہر چیز میں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی جلتی تھیں۔ اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پیاری تھیں۔ اپنے ابا جان سے ان کو بے حد محبت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھی دیکھیں تو بے چین ہو جاتیں۔

ایک دن کی بات ہے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ابو جہل، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا دشمن تھا۔ وہ ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑا رہتا تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے اونٹ کی اوجھ منگوائی اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے تو اس نے وہ اوجھ حضور کی گردن پر ڈلوا دی۔ اوجھ کے بوجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سر نہ اٹھا سکے۔ غلاظت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے بھی گندے ہو گئے۔

بی بی فاطمہؓ ابھی بچی تھیں۔ خبر ملی تو دوڑی ہوئی آئیں۔ ابا جان کو اس حال میں دیکھ کر انھیں بہت دکھ ہوا۔ کافروں کو بہت برا بھلا کیا۔ جلدی سے اُوجھ ہٹائی۔ پھر غلاظت صاف کرنے لگیں۔ وہ روتی جاتی تھیں اور غلاظت دھوتی جاتیں تھیں۔ بڑی محنت سے غلاظت صاف کی۔

اسی طرح ایک دفعہ حضورﷺ کسی سفر سے تشریف لائے۔ بی بی فاطمہؓ دروازے پر کھڑی ابا جان کا انتظار کر رہی تھیں، دیکھا تو رونے لگیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کا سبب پوچھا۔ بولیں ''آپ کا حال دیکھا نہیں جاتا بدن تھکن سے چور ہے۔ لباس اور کپڑے گرد سے اٹے ہوئے ہیں۔ اس حالت پر کلیجا پھٹا جاتا ہے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دی۔ فرمایا: ''بیٹی روؤ نہیں، اللہ نے تمہارے باپ کو دین کے پھیلانے پر لگایا ہے، جسے دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلانا ہے۔ محل اور جھونپڑی ہر جگہ کے رہنے والے اللہ کے اس دین میں داخل ہوں گے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر خاموش ہو گئیں۔

بی بی فاطمہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت تھی کہ ایک مرتبہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب میں دنیا کو چھوڑنے والا ہوں، تو رونے لگیں۔ لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی پیشن گوئی فرمائی: ''میرے گھر والوں میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے ملوگی۔''، تو خوش ہو کر ہنسنے لگیں۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ان کو بے حد صدمہ ہوا۔ ہر وقت غمگین رہنے لگیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی نے ان کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا اور اسی حال میں چھ مہینے بھی نہ گذرے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بچپن

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے تو نوجوان ہی لیکن وہ بھی بڑے صحابہؓ میں گنے جاتے ہیں۔ بڑے ہوئے تو حدیث کے بہت بڑے امام مانے گئے۔ مشہور تھا کہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹھیک ٹھیک پیروی کرنے والا دیکھنا چاہتے ہو تو عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھو اور بھی بڑائیاں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو حاصل تھیں۔ وہ اپنے وقت کے اتنے بڑے آدمی سمجھے جاتے تھے کہ لوگ حضرت عمرؓ کے بعد انھیں خلیفہ چننا چاہتے تھے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے منع فرما دیا تھا کہ میرے بیٹے پر یہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔ ایسے بڑے بزرگ کے بچپن کا کچھ حال کتابوں میں ملتا ہے جسے نیچے لکھا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو نبی ﷺ سے اتنی محبت تھی کہ وہ بات بات میں حضور ﷺ کی پوری نقل کرنے کی کوشش کرتے بچپن ہی سے یہ شوق تھا کہ حضور ﷺ پر جان نچھاور کر دیں۔ بدر کی مشہور لڑائی مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ہوئی، اس وقت حضرت عبداللہ بن عمرؓ ۱۳ سال کے تھے پھر بھی ہتھیار لگا کر فوج میں جا پہنچے کہ میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر کافروں سے لڑوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کمسن سپاہی کو دیکھا تو خوش ہوئے اور سمجھا بجھا کر واپس کر دیا۔ اُحد کی لڑائی میں ۱۴ برس کے تھے، اس میں بھی جا شریک ہوئے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر واپس کر دیا کہ ابھی چھوٹے ہو۔ خندق کی لڑائی میں شرکت کا موقع ملا۔ اُس وقت پندرہ برس کے ہو گئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بہادری اور جراٗت پر بڑے خوش تھے۔

اس بہادری کے ساتھ ساتھ اللہ نے علم بھی بچپن سے دیا تھا۔ سمجھ ایسی اچھی تھی کہ بات کی گہرائی تک جا پہنچتے۔ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے پوچھا کہ وہ درخت کونسا ہے جو ایک مسلمان کی طرح سدا بہار (پورے سال ہرا بھرا رہتا) ہے۔ اس کے پتے کبھی نہیں جھڑتے اور ہر وقت پھل دیتا رہتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سوال پر تمام صحابہؓ چپ رہے۔ یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نہ بولے۔ عبداللہ بن عمرؓ سمجھ گئے کئی بار ہمت کی کہ بتا دیں لیکن بڑوں کی موجودگی کی وجہ سے بول نہ سکے کہ جب یہ نہیں بولتے تو چھوٹو کت لیے نہ بولنا ہی اچھا ہے۔

گھر جا کر والد صاحب کو بتایا کہ میں سمجھ گیا تھا کہ وہ درخت کھجور کا ہے۔ لیکن ادب کے سبب سے بتا نہ سکا۔ حضرت عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے کہا ''بیٹا تم کو جواب دینا چاہیے تھا، اگر تم بتا دیتے تو یہ مجھے بڑی بڑی چیزوں سے زیادہ پسند آتا۔''

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بچپن کا حال اتنا ہی معلوم ہوسکا جب بڑے ہوے اس وقت جو بڑائی ملی اس کا حال کتابوں میں بھرا پڑا ہے۔ بہرحال یہ سب سمجھ چکے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بڑے ہوکر سچ مچ بڑے ہوجائیں گے اور ایسا ہی ہوا۔

حضرت مبارک کی امانت داری

ہمارے ملک کے اتر پچھم میں ایک ملک ہے جس کا نام ہے ''ایران'' میں ایک صوبہ ہے ''خراسان''۔ خراسان میں ایک جگہ ہے۔ ''مرو'' مرو میں ایک خاندان تھا جس کا نام بنوحنظلہ تھا۔ بنوحنظلہ کے پاس ایک باغ تھا۔ اس باغ کی رکھوالی ایک غلام کرتا تھا۔ غلام کا نام تھا مبارک۔ مبارک تھے تو غلام لیکن وہ بڑے اچھے آدمی تھے بڑے امازی، بڑے پرہیزگار، بری باتوں سے بچنے والے۔ بڑے سچے اور ایماندار، ان کی ایمان داری کے بارے میں ایک واقعہ سنیے اور یاد رکھیے اور جب کبھی ایسی ہی بات آپ کے سامنے آئے تو سیسا ہی کیجیے جیسا مبارک نے کیا تھا۔ وہ اس باغ میں کئی سالوں سے رکھوالی کا کام کرر ہے تھے۔ ایک دب اس باغ کا مالک باغ میں آیا اور حکم دیا مبارک! میٹھے انار لاؤ اور ہماری خدمت میں پیش کرو۔ وہ چند منٹوں میں انار توڑ لاے۔ مالک نے ایک انار توڑا اور اس کو چکھا تو سخت کھٹا تھا۔ دوسرا توڑا وہ بھی سخت کھٹا تھا۔ مبارک کو آواز دی۔ ہم نے تمہیں میٹھے انار لانے کو کہا تھا لیکن تم نے کھٹے انار لا کر رکھ دیے۔ جاؤ میٹھے انار لے آؤ۔ مبارک نے باغ سے چند اور انار لاے۔ مالک نے ان کو توڑا وہ بھی کھٹے نکلے۔ مالک کو بہت غصہ آیا اور وہ سخت ناراض ہوتے ہوے کہا: تم اتنے دنوں سے اس باغ میں رکھوالی کرر ہے ہو، تمہیں آج تک کھٹے اور میٹھے اناروں میں تمیز نہیں۔ مبارک نے عرض کیا۔ بلاشبہ میں کھٹے اور میٹھے انار میں تمیز نہیں کرسکتا۔ میں نے آج تک اس باغ کا کوئی انار کھایا ہی نہیں تو پھر میں کھٹے اور میٹھے کی تمیز کیسے کروں۔ مالک نے جب ان کا جواب سنا تو سناٹے میں آ گیا اور پوچھا: ''مبارک! تم نے کیوں نہیں کھایا؟ مبارک نے جواب دیا: ''آپ نے باغ کی رکھوالی میرے سپرد کی تھی۔ پھل کھانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اگر میں کھاتا تو چوری ہوتی، ایمان داری تو نہ ہوتی''۔ باغ کے مالک نے جب ان کا یہ جواب سنا تو ہکا بکا رہ گیا کہ غلام کیسا نیک، سچا اور ایمان دار ہے۔ اس طرح وہ مبارک کی امانت داری پر بہت خوش ہوا۔

باغ کے مالک کی ایک جوان بیٹی تھی۔ وہ اس کے لیے رشتہ تلاش کرر ہا تھا۔ اچانک اس کے ذہن میں خیال آیا کہ میری بیٹی کے لیے اس سے بہتر کوئی شخص موزوں نہیں ہوسکتا۔ اس نے مبارک سے کہا کہ اگر میں تمہیں اپنا داماد بنالوں تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے کیا کہ یہود شادی کے لیے لڑکی کی مالداری کو، عیسائی خوب صورتی کو اور امت محمدیہ کے لوگ نیکی اور دین داری کو معیار ٹھہراتے ہیں۔ مالک نے ان کے اس جواب سے اور بھی متاثر ہوا۔ گھر آ کر اپنی بیوی سے مشورہ کیا۔ اس نے کہا کہ بلاشبہ مجھے بھی اپنی بیٹی کے لیے مبارک سے بہتر کوئی رشتہ نظر نہ آتا ہے۔ یوں مبارک کی شادی باغ کے مالک کی بیٹی سے ہوگئی اور پھر اس مبارک جوڑے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی برکت سے نوازا۔ ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اس کا انہوں نے عبداللہ رکھا جو حدیث کے بڑے عالم ہوے اور جنہوں نے اپنے علم سے ایک جہاں کو منور کیا۔ دنیا آج ان کو امام عبداللہ بن مبارک کے نام سے جانتی ہے۔

بی اماں

کسی قوم کی عزت اور بڑائی صرف مردوں کے ہاتھوں نہیں بنتی، بلکہ اس کے لیے عورتوں کی جدو جہد کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ قوم کی عظمت ماؤں کی گود ہی میں پرورش پاتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں اسلام پھیلانے اور انسانیت کو ترقی دینے میں ہماری ماؤں نے کیا کیا کام انجام دیے ہیں۔ انوں نے جنگوں میں حصہ لیا اور فوجوں کی خدمت کی۔ اسلامی حکومت کے بڑے بڑے معاملوں میں رائے دی ہے۔ قرآن کے علوم سیکھے اور دوسروں کو سکھاے ہیں۔ کارآمد چیزیں ایجاد کی ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بزرگوں، بہادرون اور عالموں کو اپنی گود میں پالا ہے۔ ایسی ہی ایک خاتون جن کا اصلی نام تو آبادی بگیم تھا لیکن دنیا انھیں ''بی اماں'' کہتی ہے بی اماں مولانا محمد علی جوہر اور مونا شوکت علی گوہر کی ماں تھیں۔ انہوں نے اپنے ملک اور مذہب کی خدمت سب عورتوں سے بڑھ کر کی۔ مولانا محمد علی جوہر اور مونا شوکت علی گوہر دونوں بھائی انگریزی حکومت کے زمانے میں قوم کی آزادی اور اسلام کی عظمت کے لیے ہر تکلیف خوشی خوشی برداشت کرتے رہے۔ حکومت نے انھیں کئی بار قید کیا اور مشقت میں ڈلاا، مگر ان کا ایک ہی نعرہ تھا اور وہ یہ کہ دنیا کے سب مسلمان مل کر اسلام کا بول بالا کریں گے اور آزاد رہیں گے۔ ان دونوں بھائیوں کے کئی واقعات ایسے ہی جو کافی درد بھرے ہیں۔ بہر حال ان بھائیوں میں جو خوبیاں تھیں وہ بی اماں ہی کی تعلیم اور تربیت کی وجہ سے تھیں۔

ایک مرتبہ محمد علی جوہر کو انگریزی حکومت نے کچھ دوسرے لیڈروں کے ساتھ جیل میں رکھا تھا سختیاں جھیلتے جھیلتے کئی سال گزر گئے تو حکومت نے قیدیوں سے کہا کہ اگر تم ایسا اقرار نامہ لکھ دو کہ رہائی کے بعد حکومت کے خلاف کوئی بات نہ کرو گے تو تمہیں رہا کر دیا جائے گا کئی لیڈروں نے ایسا اقرار نامہ لکھ دیا اور رہا ہو گئے اس وقت کچھ لوگ بی اماں کے پاس گئے اور یہ خبر سنا کر کہا کہ محمد علی بھی اقرار نامہ لکھ کر رہا ہو جائیں گے۔ بی اماں نے جوش میں آکر فوراً کہا کہ ''نہیں یہ نوبت نہیں آے گی، محمد علی ہرگز ایسا نہیں کرے گا۔ اگر اس نے یہ حرکت کی تو گو کہ میں بوڑھی ہو چکی ہوں مگر میرے ہاتھوں میں دم ہے، اس کا گلا گھونٹ دوں گی کیوں کہ جس زندگی سے اسلام کو ذلت ہو، دنیا میں اس کی زندگی کی ضرورت نہیں۔''

اس واقعہ سے آپ نے بی اماں کے اسلامی جوش اور بہادری کا اندازہ لگا لیا ہوگا۔ وہ نماز روزے کی بڑی پابند تھیں۔ خود سوت کات کر اس کا کپڑا بنواتیں اور پہنتیں تھیں۔ ملک کا دورہ کرتیں، خواتین اور مردوں سے کہتیں کہ دنیا کے تمام مسلمان مجھے محمد علی اور شوکت علی کی طرح عزیز ہیں۔ بی اماں 81 برس کی عمر میں 1925ء کو اللہ کو پیاری ہو گئیں۔

بی اماں کی وفات پر گاندھی جی نے اپنے اخبار میں بی اماں کے بارے میں جو لکھا تھا وہ ذیل میں درج ہے۔

''میں کس دل سے کہوں کہ بی اماں دنیا سے اُٹھ گئیں۔ وہ بوڑھی تھیں مگر کام کرنے میں جوانوں سے کم نہیں تھیں۔ وہ سچی مسلمان تھیں۔ وہ سمجھتی تھیں کہ اسلام کا بھلا اسی میں ہے کہ ہندو مسلمان

آزاد ہوجائیں۔ یہ بھی جانتی تھیں کہ ہندوستان تب ہی آزاد ہوسکتا ہے جب ہندو مسلمان میں اتحاد ہوجاے اور کھدر گھر گھر پھیل جاے۔ اسی لیے وہ ہندو اور مسلمانوں کو ایک ہونے کی نصیحت کیا کرتی تھیں اور ہمیشہ کھدر پہنتی تھیں۔ مولانا محمد علی کہتے ہیں ان کا حکم تھا کہ مرنے پر انھیں کھدر کا کفن دیا جاے۔ ان کی بیماری کے دنوں میں جب کبھی میں انکے گھر جاتا تو ہر بار پوچھتیں کہ سواراج کا اور ہندو مسلمانوں کا اتحاد کا کیا حال ہے۔ وہ دعا کرتی تھیں کہ خدا ہندو اور مسلمانوں کو ایسی سمجھ دے کہ وہ اتحاد کی ضرورت کو سمجھ لیں اور مجھے اتنے دن جینے دے کہ سواراج دیکھ لوں۔ ان کی سب سے اچھی یادگار یہی ہوگی کہ ملک کا جو کام وہ کرتی تھیں وہ ہم بھی کریں۔ جب تک سوراج نہ ملے۔

جس رات بی اماں دنیا سے رخصت ہوئیں اس کا تھوڑا سا حال لکھتا ہوں۔ میں نے سروجنی دیوی سے سنا کہ بی اماں کی حالت خراب ہے۔ ہم دونوں فوراً ان کے گھر پہنچے۔ وہاں ان کے سب عزیز موجود تھے اور ڈاکٹر انصاری بھی آگئے تھے کسی کے رونے کی آواز نہیں اا رہی تھی، مگر مولانا محمد علی کے گالوں پر آنسو بہہ رہے تھے۔ مولانا شوکت علی بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالے ہوے تھے مگر ان کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ سب کی زبان پر اللہ کا نام تھا۔ ایک صاحب دعا پڑھ رہے تھے۔ پاس ہی ''کامریڈ'] اخبار کا چھاپہ خانہ تھا۔ مولانا محمد علی اس اخبار کے ایڈیٹر تھے۔ وہاں کا کام دم بھر بھی نہیں رکا اور مولانا محمد علی جو کچھ اخبار کے لیے کام کرتے تھے، وہ انھوں نے اس دن بھی نہیں چھوڑا۔ ملک کا کوئی ضروری کام ٹلنے نہیں پایا۔

اب بی اماں اس دنیا میں نہیں رہیں لیکن جب تک دنیا باقی ہے لوگ انہیں' [بی اماں' کے محبت بھرے نام سے یاد کریں گے۔ دنیا میں تو عزت ملی، اخرت میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں جو انعام انہیں ملے گا اسے ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں۔ بی اماں پر اللہ کی رحمت ہو۔

سرسید احمد خان

قدرت نے سرسید کو لامحدود صلاحیتیں عطا کی تھیں۔ وہ تحریر اور تقریر دونوں میں انتہائی مہارت رکھتے تھے۔ ان میں فیصلہ کرنے اور ہمت نہ ہارنے کی خوبیاں موجود تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان میں مقصد کی پاکیزگی، جذبہ، خدمت اور خلوص وایثار بدرجہ اتم موجود تھا۔ وہ سیاست دان، ماہر تعلیم، سماج ار مذہبی مصلح، تاریخ دان اور معلم دینیات تھے۔ وہ ہر میدان کے شہسوار تھے۔ انہوں نے ہر شعبہ میں نمایاں اور ممتاز مقام حاصل کرلیا تھا۔

سر سید احمد خان ایک عظیم انسان اور مصلح قوم تھے۔ سید احمد خان نام اور ''سر'' خطاب تھا وہ 1817ء میں دہلی کے ایک خوش حال اور اعلیٰ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ ایک نیک سیرت اور با اخلاق خاتون تھیں۔ سرسید کی ابتدائی تعلیم و تربیت میں ان ی والدی کی کوششوں اور نگرانی کا اہم حصہ تھا۔ انھوں نے بچپن ہی سے سرسید کے دل میں تعلیم کا شوق پیدا کیا اور سچائی، ایمانداری، اخلاق، ہمت اور انسانی ہمدردی کے راستے پر چلنا سکھایا۔ بڑے ہو کر ان ہی خصوصیات نے ان کی شخصیت کو عظمت اور شہرت بخشی۔

سرسید کی ابتدائی ترتبیت کا اندازہ اس چھوٹے سے واقعے سے کیا جاسکتا ہے کہ بچپن میں سرسید نے ناراض ہو کر اپنے نوکر کو تھپڑ مار دیا تھا۔ ان کی والدہ کو جب اس بات کا پتہ چلا تو انھوں نے سرسید کو نصیحت کی اور سمجھایا کہ انسان سب برابر ہیں۔ اس لیے کسی کو غریب یا کمزور سمجھ کر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔ انھوں نے سرسید سے کہا کہ جب تک تم نوکر سے معافی نہیں مانگ لوگے میں تم سے نہیں بولوں گی۔ سر سید کو نوکر سے معافی مانگنی پڑی۔ ہوسکتا ہے کہ انھیں اس وقت اس بات پر اپنی توہین محسوس ہوئی ہو لیکن دیکھا جائے تو بعد میں اسی تربیت نے ان کو عزت اور مرتبہ بخشا۔

سرسید 1837ء کو بیس سال کے ہوئے انھوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی میں ملازمت کرلی اور رفتہ رفتہ ترقی کر کے صدر امین بنے۔ ان کے بلند کردار سچائی اور ایمان داری سے متاثر ہو کر حکومت نے انھیں ''سر'' اور ''نائٹ'' جیسے خطابات سے نوازا۔

درد ید کو ابتداء ہی سے علم کا شوق تھا۔ کتابوں کا مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ ملازمت کے دوران ہی اپنی مشہور کتاب ''آثار الصنادید'' تصنیف کی۔ ان کی دوسری مشہور تصنیف ''خطباتِ احمد یہ'' ہے۔ سرسید اپنے وقت کے بلند پایہ عالم اور مصنف بھی تھے انھوں نے بہت سی تحقیقی اور علمی کتابیں لکھی ہیں۔ ان کے علاوہ انہوں نے 1870ء میں اپنا مشہور رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' کے نام سے نکالا تھا۔ جس میں مذہبی، اخلاقی اور علمی مضامین شائع ہوتے تھے جس کا خاص مقصد مسلم قوم کو بیداری کا پیغام دینا تھا۔ مسلمانوں میں تعلیم کو عام کر کے روشن خیالی پیدا کرنا تھا۔

سرسید کو ابتدا ہی سے اپنی قوم کی پسماندگی اور تباہ حالہ کا احساس تھا۔ سرسید کا خیال تھا کہ مادی خوشحالی اور ترقی کے لیے مغربی تعلیم کا حاصل کرنا اشد ضروری ہے۔ انھوں نے ولایت جا کر مغربی طرز تعلیم اور معاشرت کا مطالعہ کیا اور ہندوستان واپس آ کر مسلمانوں کو تعلیم کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی انھوں نے اپنی تحریر اور تقریر دونوں کے ذریعہ مسلم قوم کو بیداری کا پیغام دیا۔ 1857 کے غدر کے بعد مسلمانوں میں علم و تعلیم کے لیے مسلسل کام کرتے رہے ابتدا میں مختلف مدرسے قائم کیے پھر 1876 میں علی گڑھ میں ایم .اے .او. کالج کی بنیاد ڈالی جو ان کا سب بڑا کارنامہ ہے یہ کالج بعد میں ترقی کر کے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بنی۔ اس درس گاہ نے نہ صرف مسلمانوں کو جہالت کی تاریکی سے نکالا بلکہ ہر فرقے اور مذہب کے لوگوں کو علم کی روشنی دی ہے۔ سرسید کو عام طور پر ایک مسلم مصلح کی حیثیت سے یاد کیا جاتا ہے لیکن درحقیقت وہ ایک سچے محبِّ وطن تھے۔

سرسید نے اردو نثر میں مضامین کو سادگی اور متانت کے ساتھ لکھنا شروع کیا۔ وہ مشکل سے مشکل مضمون کو نہایت آسانی کے ساتھ ادا کرتے تھے ان کی تحریر میں سچائی، الفاظ نہایت سیدھے سادھے اور عبارت پر اثر ہوتی تھی۔ ان کا انتقال 1898ء میں ہوا۔

حکیم اجمل خان

حکیم اجمل خان ایک مشہور طبیب تھے۔ان کا شمار ہندوستان کی تحریک آزادی کے اہم رہنماؤں میں ہوتا ہے۔ وہ ایک اچھے شاعر اور ادیب بھی تھے۔ان کی ذات میں بہت سی خوبیاں تھیں۔سبھی ان کی عزت کرتے تھے۔ وہ ایک ماہر طبیب اور اچھے انسان تھے۔ وہ گاندھی جی کے خاص ساتھیوں میں سے تھے۔

حکیم اجمل خاں 1864 میں دلی میں پیدا ہوئے اور 63 سال کی عمر میں 1927 میں اچانک دل کی حرکت بند ہوجانے سے وہ اس دنیا سے چل بسے۔ وہ غیر معمولی صلاحیت کے مالک تھے۔عربی، فارسی، اور اردو پر انھیں عبور تھا۔ان کی نگاہ کافی بلند تھی۔ مذہبی تعصب اور تنگ نظری سے وہ بالکل پاک تھے۔

حکیم اجمل خاں کو طب کے میدان میں ایسا کمال حاصل تھا کہ پورے ہندوستان میں ان کے درجے کا دوسرا حکیم نہیں تھا۔ راجاؤں، مہاراجاؤں اور نوابوں سے ماہانہ ہزاروں کی رقمیں بندھی ہوئی تھیں۔آپ سمجھتے ہوں گے کہ اتنا بڑا طبیب تو بس امیروں ہی کا علاج کرتا ہوگا، غریبوں سے تو اس کا کوئی واسطہ نہ ہوگا۔لیکن اجمل خاں ایسے نہ تھے۔ وہ امیر و غریب سب کو برابر سمجھتے تھے۔ جو کچھ کماتے غریبوں کی مدد کرنے میں خرچ کر دیتے یا قومی کاموں میں لگا دیتے۔ وہ ایک ہاتھ سے دیتے تو دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہوتی اور لینے والا بھی شرمندہ نہ ہوتا۔ دلی اور اس کے آس پاس کسی امیر غریب کے گھر جاتے تو کبھی ایک پائی نہ لیتے۔کیا جاتا ہے کہ وہ بے شمار غریبوں کا مفت علاج کرتے تھے۔ انھوں نے مدرسہ طبیہ کے نصابِ تعلیم کو زمانے کے مطابق بنایا اور دوا سازی کے پرانے طریقے کو بدلنے میں بھی کافی دلچسپی لی۔ان کی طبی خدمات کو دیکھتے ہوئے حکومت برطانیہ نے 1908ء میں انھیں ''حاذق الملک'' کا خطاب دیا۔اسی سال انھوں نے عورتوں کی طبی تعلیم کے لیے ایک مدرسہ بھی قائم کیا۔

حکیم صاحب میں وطن پرستی دوستی اور قوم پرستی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ ہندو مسلم اتحاد کے حامیوں میں سب سے آگے تھے۔انھوں نے اپنی سوجھ بوجھ سے مجاہدین آزادی کی اگلی صف میں بہترین جگہ بنالی تھی۔ پہلے وہ مسلم لیگ کے ممبر ہوئے اور پھر نائب صدر چنے گئے۔1918ء میں انھیں کانگریس کی استقبالیہ کمیٹی کا چیرمین مقرر کیا گیا۔1920ء میں جب مولانا محمود الحسن نے علی گڑھ میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کا افتتاح کیا تو حکیم اجمل خان کو امیر جامعہ بنایا گیا۔انھوں نے اس ادارے میں جان ڈالنے کے لیے بڑی کوششیں کیں۔

حکیم اجمل خاں نے تحریک خلافت میں بھی سرگرم حصہ لیا۔جن انگریزوں کے خلاف بائیکاٹ کا سلسلہ شروع ہوا تو حکیم اجمل کاں نے بھی ''حاذق الملک'' کا خطاب واپس کر دیا۔اس کے کچھ دنوں بعد ہی ہندوستانی عوام نے انھیں ''مسیح الملک'' کا خطاب دیا جو ہمیشہ باقی رہا۔1921 میں انھیں کانگریس کا صدر منتخب کیا گیا۔اب وہ گاندھی جی اور دوسرے قومی رہنماؤں کے ساتھ مل کر کام کرنے لگے۔حکیم صاحب کی کوٹھی پر بڑے بڑے سیاسی لیڈروں کے جلسے ہوتے تھے۔انھوں نے سوچ سمجھ کر سیاست کے میدان میں قدم رکھا تھا۔آخری وقت تک انھوں نے قومی خدمت کے کاموں میں کمی نہیں آنے دی۔

ایک مرتبہ دلی میں انفلوئنزا پھیلا۔ گھر گھر لوگ بیمار تھے۔ دلی پر ایسی آفت ٹوٹی کہ کسی کو کسی کی خبر نہ تھی۔ ایسے نازک وقت میں حکیم صاحب اپنی جان کی پروا کیے بغیر ہر محلے میں جاتے اور دوائیں بانٹتے تھے۔ عوام کے فائدے کے لیے انھوں نے دلی میں طبیہ کالج قائم کیا۔ اس تعلیمی ادارے کی بھی انھوں نے بہت مدد کی۔

حکیم صاحب گنگا جمنی تہذیب کا کوبصورت نمونہ تھے۔ سماج کے ہر طبقہ کوایک دوسرے کے قریب لانے میں انھوں نے اہم رول ادا کیا۔ گاندگی جی ان پر بہت بھروسہ کرتے تھے۔ وہ برطانوی حکومت کی ان زیادتیوں کو ناپسند کرتے تھے جو تحریک آزادی کو دبانے کی غرض سے کی جارہی تھیں۔ تنگ نظری اور ریاکاری سے انھیں نفرت تھی۔ اگر کوئی ان کے ساتھ برائی کرتا تو صرف اتنا کہتے کہ ''وہ آدمی ٹھیک نہیں ہے''، حکیم صاحب نے قومی تحریک کی اُس وقت مدد کی جب وہ ایک نازک دور سے گزر رہی تھی۔ آج اجمل خان ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن ان کی یاد ہمارے دلوں میں ہمیشہ باقی رہے گی۔

عبدالرزاق لاری

گولکنڈے کا قلعہ ایک تاریخی یادگار ہے۔ لوگ دور دور سے اسے دیکھنے آتے ہیں۔ قلعے کی بلندی بالا حسار ہے' جہاں پہنچنے کے لیے سیڑھیاں بنائی گئیں ہیں۔ راستے میں نگینہ باغ لگتا ہے۔ آگے بڑھنے پر مسجد اور مندر دکھائی دیتے ہیں۔ بالا حصار کی بلندی سے لوگ نیچے کی دنیا کا تماشہ دیکھتے ہیں۔ یہ قلعہ بہت مضبوط تھا اور اس کو فتح کرنا بہت مشکل تھا۔ گولکنڈہ قطب شاہی سلطنت کا پایہ تخت تھا،

تین سو سال پہلے دہلی کے شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے قطب شاہی سلطنت پر حملہ کیا۔ قلعہ کی مضبوط فصیلوں نے اورنگ زیب کی فوج کو کہیں سے بھی گھسنے نہ دیا۔ قلعہ کی حفاظت کا کام عبدالرزاق لاری اور عبداللہ خان پنی کے ذمہ تھا۔ دونوں ہی بہت بہادر اور جنگ کے ماہر تھے۔ آٹھ مہینوں کے محاصرہ کے بعد مغل سپاہی جہاں کے وہیں رہے۔

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے گولکنڈے کے بادشاہ ابوالحسن تاناشاہ سے غداری کے لیے عبداللہ خان پنی سے سودا کیا۔ عبداللہ خان پنی عہدہ، جاگیر اور انعام کی لالچ میں اس بات پر آمادہ ہو گیا کہ قلعہ کا جو دروزہ اس کی نگرانی میں ہے اس کو رات کے وقت مغل فوجوں کے لیے کھول دیگا۔

21 ستمبر 1686 کی رات قققطب شاہی سلطنت کی آخری رات بن کر آئی۔ عبداللہ خان پنی نے قلعہ کے ایک دروازہ کو جو کھڑکی دروازہ کہلاتا تھا کھلا چھوڑ دیا اور رات اندھیرے چھپتے چھپاتے، دبے قدموں مغ سپاہی قلعے کے اندر پہنچ گئے۔ تلواریں لطنے لگیں، لوگ ادھر ادھر چیختے چلاتے بھاگنے لگے۔ جب عبدالرزاق لاری کو معلوم ہوا کہ مغل فوجیں قلعے کے اندر داخل ہوگئی ہیں تو وپ اپنے بارہ ساتھیوں کو لے کر مغل سپاہیوں پر ٹوٹ پڑا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ اپنے ساتھیوں سے چھوٹ گیا لیکن تلوار اس کے ہاتھ میں تھی اور وہ شیر کی طرح بھپر بھپر کر مغل سپاہیوں پر وار کرتا تھا۔ وہ اکیلا اس کو گھیرے ہوئے سینکروں مغل سپاہی، کتنوں کو وہ قتل کرتا تھا، کتنوں سے وہ لڑتا تھا۔ فتح کے جوش میں

مغل سپاہی پل پل کر اس پر حملہ کرتے، وہ سنبھل سنبھل کر ان کے وار رد کرتا، لیکن کوئی نہ کوئی تلوار اس کے جسم تک پہنچ ہی جاتی۔ اس کے جسم پر اتنے زخم لگے کہ اس کے لیے کھڑا رہنا مشکل ہوگیا۔ جن مغل سپاہیوں پر اس کی تلوار چلتی تھی وہ اس کے سامنے بے جان پڑے تھے اور حالت یہ تھی کہ وہ بھی گر کر ان میں مل جاتا، لیکن اسے اپنے گھوڑے کا خیال آیا وہ آہستہ آہستہ گھسٹتے ہوئے اس کے پاس پہنچا اور کسی نہ کسی طرح سوار ہوگیا۔ اس کا گھوڑا بھی زخموں سے چور تھا لیکن اس میں اتنی طاقت تھی کہ وہ اپنے مالک کو لڑائی کی جگہ سے دور کسی محفوظ مقام پر پہنچا سکے۔ گھوڑا نگینہ باغ تک گیا اور وہاں ایک درخت کے سایہ میں کھڑا ہوگیا۔ عبدالرزاق لاری نڈھال ہو کر درخت کا سہارا لیتے ہوئے گھوڑے کی پیٹھ سے زمین پر گر گیا۔ قلعے پر مغل سپاہیوں کا قبضہ ہوگیا۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے عبدالرزاق لاری کی سجاعت اور وفاداری کا حال سنا تو اس کے علاج معالجہ کا انتظام کیا۔ تیرہ دن کے بعد عبدالرزاق لاری نے اانکھیں کھولیں۔ شہنشاہ چاہتا تھا کہ عبدالرزاق لاری اس کی ملازمت میں آجائے لیکن عبدالرزاق لاری کو پسند نہ ہوا کہ اس شہنشاہ کی خدمت کرے جس نے اس کے بادشاہ کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کو یہ بات سنائی گئی تو اس نے کہا ''اگر عبدالرزاق لاری جیسے کچھ اور وفادار ابوالحسن کے پاس ہوتے تو قلعہ فتح نہ ہوتا''۔

اس کے بعد عبداللہ خان پنی شہنشاہ کے پاس گیا تو شہنشاہ نے آنکھیں پھیر لیں اور غصہ کے لہجہ میں کہا ''تمہارے لیے کچھ نہیں ہے۔ تم اپنے بادشاہ کے ساتھ غزاری کر سکتے ہو تو میرے ساتھ بھی غداری کروگے۔'' عبداللہ خان پنی پچھتاتا ہوا واپس چلا آیا۔

آج گولکنڈہ کی سیر کرنے والے نگینہ باغ جاتے ہیں تو وہ عبدالرزاق لاری کی وفاداری کو یاد کرتے ہوئے کچھ دیر کے لیے سر جھکا دیتے ہیں۔

عظیم ماؤں کے عظیم بیٹے

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں ماں باپ کی اطاعت کے بارے میں کئی جگہ ارشاد فرمایا ہے۔ بے شک اولاد کے لیے ماں باپ ایک بڑی نعمت ہیں۔ باپ محنت، مزدوری کر کے جو روپیہ پیاہ کماتا ہے اس سے گھر بار چلتا ہے بچوں کی پرورش ہوتی ہے، ان کے پڑھانے لکھانے کی ذمہ داریاں پوری کی جاتی ہیں۔ جہاں تک باپ کی محنت مزدوری اور ذمہ داریوں کا تعلق ہے، وپ اپنی جگہ درست ہیں لیکن شوہر کی خدمت کے علاوہ بچوں کی دیکھ بھال اور تعلیم و تربیت کے لیے ماں جو خدمت کرتی ہے اس کا مقابلہ مشکل ہے۔

ماں کی خدمت کا سلسلہ اس وقت شروع ہوتا ہے، جب بچہ اللہ کے حکم سے دنیا میں آتا ہے، پنگوڑے میں لیٹے ہوئے بچے کو صاف ستھرا رکھنا، وقت پر غذا پہنچانا، موسم کی گرمی سردی سے بچانا، اگر وہ بیمار پڑ جائے تو اس کی تیمارداری کرنا، رات رات بھر جاگ کر اپنے آرام و سکون کی پروا نہ کرنا، اس کی صحت کے لیے دامن پھیلا کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنا صرف اور صرف ماں ہی کا کارنامہ ہے۔ اس لیے ماں کا مرتبہ باپ سے زیادہ بلند رکھا گیا ہے۔

بچہ اپنا زیادہ وقت ماں کے ساتھ گزارتا ہے۔اس ماں کے ساتھ جو اسے پالنے میں جھلاتی ہے،اسے میٹھی لوریاں سناتی ہے، کہانیاں، پہلیاں، لطیفے، گیت اور نظمیں یاد کراتی ہے،اسے رہنے سہنے، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، ہنسنے بولنے کے طریقے سکھاتی ہے اسکی تکلیف پر روتی اور خوشی ہنستی ہے۔

تمام رسولوں نبیوں ولیوں مبلغوں اور رہنماؤں، شاعروں اور ادیبوں نے ماں کی عظمت کو باپ سے زیادہ مانا ہے۔ماں کو بچے سے اور بچے کو ماں سے جو محبت ہوتی ہے اس کی مثال ملنا مشکل ہے ماں بچے کو دیکھ کر کوش ہوتی ہے اور بچہ ماں کے پہلو میں سکون پاتا ہے۔

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ''جنت ماں کے قدموں تلے ہے''۔

اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ماں کا کیا مقام و مرتبہ ہے۔رسول اکرم ﷺ ابھی صرف 6 برس ہی کے تھے کہ آپ ﷺ کی والدی بی بی آمنہ اللہ کو پیاری ہوگئیں اور آپ بے ماں کے ہو گئے لیکن ماں کی یاد وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی گئی ایک بار آپ ﷺ صحابہ اکرامؓ کے ساتھ اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لایے، بے اختیار دل بھر آیا اور آپ ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔صحابہ اکرامؓ بڑے حیران ہوئے آج اللہ کے رسول ﷺ رو رہے ہین جبکہ مرنے والوں پر رونا منع ہے انہوں نے آپ ﷺ سے اس کی وجہ پوچھی تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ''یہ غم کے آنسو نہیں محبت کے آنسو ہیں''۔

بچے کی تعلیم و تربیت میں جتنی دلچسپی ماں لیتی ہے اتنی اور کوئی نہیں لیتا، یہ ماں ہی کی تربیت تھی کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ڈاکوؤں کے سردار سے صاف صاف فرمایا دیا کہ ''میرے کرتے میں دینار سلے ہیں'' اس سچائی سے ایک طرف تو ماں کی اچھی تربیت ظاہر ہوتی ہے اور دوسری طرف ان کی صداقت جس نے ڈاکوؤں کو انسان بنا دیا۔

حضرت بایزید بسطامیؒ بھی اپنی ماں کی تعلیم و تربیت اور ان کی دعا سے اللہ کے ولی بنے ایک رات آپ کی والدہ نے پانی مانگا آپ پانی کا کٹورا لے کر ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنی ماں کو سوتا پایا، حضرت بایزیدؒ اسی طرح کٹورا لیے کھڑے رہے یہاں تک کہ فجر کی اذاں ہوگئی، ماں کی آنکھ کھلی تو دیکھا فرماں بردار بیٹا پانی کا کٹورا لیے کھڑا ہے وہ بڑی حیران ہوئیں اور پوچھا ''بیٹا تم کیسے کھڑے ہو''، آپ نے فرمایا ''اماں جان! آپ نے رات کو پانی مانگا تھا جب تک میں پانی لایا آپ سو چکی تھیں اور میں آپ کو جگانے کے بجائے یہ سوچ کر کھڑا رہا کہ نہ جانے کس وقت آپ کی آنکھ کھل جاے اور پانی کی طلب ہو ماں نے محبت بھری نظروں سے فرمانبردار بیٹے کو دیکھا اور اسے دل کی گہرائیوں سے وہ دعا دی جس نے انہیں اتنا بڑا رتبہ عطا کیا۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ ابھی صرف 5 سال ہی کے تھے کہ ان کے والس کا انتقال ہو گیا۔والد کے بعد ان کی ساری تعلیم و تربیت ان کی والدہ بی بی زلیخا نے کی۔انھی کی دعاوں کی برکت سے انھیں بڑا رتبہ ملا اور وہ ''سلطان المشائخ'' (یعنی اس وقت بزرگوں کے بادشاہ) کہلائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت لقمان کا ذکر کیا ہے جو اپنے وقت کے بہت بڑے حکیم، عقلمند، معلم اور اللہ کے نیک بندے تھے۔انھیں اپنی ماں سے اتنی محبت تھی کہ ایک لمحے کو ان کی جدائی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔وہ اپنی ماں کی دعاوں ہی سے اتنے بڑے انسان

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

بنے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں ان کا ذکر کیا، حضرت لقمان فرمایا کرتے تھے،''اگر میری ماں مجھ سے جدا ہوجائے تو میں پاگل ہوجاؤں گا۔''

انگلستان کے مشہور شاعر اور ڈراما نگار ولیم شیکسپیئر نے لکھا،'' بچے کے لیے سب سے اچھی جگہ ماں کا دل ہے یعنی ماں ہی دنیا کی وہ واحد ہستی ہے جس کا دل بچے کو سچی محبت دیتا ہے۔''

ایمرسن کا شمار امریکا کے نامور شاعروں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے بچوں کے لیے بھی بڑی پیاری نظمیں لکھی ہیں، علامہ اقبال نے ان کی کئی نظموں کا اُردو میں لاجواب ترجمہ کیا ہے۔ ایمرسن کہتے ہیں،''ماں کا پیار ایسا ہے جسے نہ تو کسی سے سیکھ کر حاصل کر سکتے ہیں اور نہ اسے الفاظ کی صورت میں بتا سکتے ہیں۔''

رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر کا نام کس نے نہیں سنا۔ وہ بیک وقت بیت بڑے مقرر، انگریزی داں، اہل قلم، اخبارات (کامریڈ اور ہمدرد) کے مدیر اور تحریک آزادی کے مجاہد تھے۔ جب انھوں نے تحریک خلافت شروع کی تو دنیا میں ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔ اسلام دشمن قوتوں نے ان کی مخالفت کی، انگریزوں نے انھیں قید کر دیا۔ اس موقع پر ان کی والدہ نے جنھیں ''بی اماں'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ان کی ہمت بڑھائی۔ ان کے جذبات کو کسی شاعر نے اس طرح نظم کیا ہے:

بولیں اماں محمد علی کی
جان بیٹا خلافت پہ دے دو

محمد علی جوہر کا قول ہے،''دنیا میں سب سے حسین ماں ہے یعنی ماں سے بڑھ کر حسین ہستی اور کوئی نہیں۔'' ترجمانِ حقیقت، شاعر مشرق علامہ اقبال نے ماں کی عظمت کے بارے میں جو اشعار لکھے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

سیرت فرزند ہا از امہات
جوہر صدق و صفا از امہات

ترجمہ: بیٹوں کی زندگی ماؤں کی تربیت سے بنتی ہے۔ بیٹوں میں سچائی اور ایمان کی خوبیاں (جوہر) ماں کی تربیت سے پیدا ہوتی ہیں۔

مصورِ فطرت خواجہ حسن نظامی کا شمار اُردو ادب کے بے مثال انشاء پردازوں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے حکیم محمد سعید کی والدہ کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ''مادر ہمدرد'' (ہمدرد ماں) ہے۔ اس کتاب میں خواجہ حسن نظامی نے حکیم صاحب کی والدی کی ان غیر معمولی صلاحیتوں کا ذکر کیا ہے جو انھوں نے اپنے شوہر کی وفات کے بعد بچوں کی تربیت اور ہمدرد دواخانے کی ترقی کے لیے صرف کیں۔ یہ انھی دعاؤں کی برکت تھی جس نے ان کے بیٹوں کو علم، عزت اور شہرت عطا کی۔ حکیم محمد سعید خود لکھتے ہیں،''ہم سب کی ذمہ داری ابتدا میں ہماری آپا مرحومہ (حکیم سعید اپنی والدی کو آپا صاحبہ کہتے تھے) پر رہی اور انھی کی تربیت نے ہمیں وہ بنایا جو آج ہم ہیں۔'' یہ تھیں وہ عظیم مائیں جن کی تربیت اور دعاوں نے ان کے بیٹوں کو بھی عظیم بنایا۔ اللہ تعالیٰ دنیا کے تمام بچوں کو ماں کیا طاعت وخدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اعمال کے حسن سے سنورنا سیکھو
اللہ سے نیک امید کرنا سیکھو
مرنے سے مفر نہیں ہے جب اے اکبرؔ
بہت ہے یہی خوشی سے مرنا سیکھو

اکبرالہ آبادی

اونچا نیت کا اپنا زینہ رکھنا
احباب سے صاف اپنا سینہ رکھنا
غصہ آنا تو نیچرل ہے اکبر
لیکن ہے یہ شدید عیب کینہ رکھنا

اکبرالہ آبادی

مظلوموں کا مارنے سے مرنا اچھا
مٹی پتھر سے پیٹ بھرنا اچھا
بے ایمانی کی نعمتوں سے امجدؔ
ایمان کے ساتھ فاقہ کرنا اچھا

امجدؔ

ہر چیز مسبب سبب سے مانگو
منت سے خوشامد سے ادب سے مانگو
کیوں غیر کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہو
بندے ہو اگر رب کے تو رب سے مانگو

امجدؔ

یہ کتاب حکومت ریاست تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

مسکراتا رہوں سب کو بھاتا رہوں
چاند بن کر سدا جگمگاتا رہوں
رب تیری بندگی ہو میری زندگی
تیرے آگے سدا سر جھکاتا رہوں

ہر ایک کا دعویٰ ہے کہ میں بھی کچھ ہوں
ہر ایک کا منشا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں
بس ہیچ مداں ہی آپ کو کیوں نہ کہوں
اس کا بھی یہ منشا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں